

1

2

C. 6441

جلد ۶۰۸

الہدایہ

جس میں قبور و قبہ بابت کے متعلق تمام ضروری و شرعی معلومات یکجا ہیں

— (۱۸۶۸) —

حضرت امام الوقت ملک العلماء مولانا عبد الباری صاحب قبلہ

وجناب مولانا محمد بنایت اللہ صاحب فرنگی محل

و مولوی سید اعجاز علی صاحب جمیری

مرتبہ

شہید انصاری فرنگی محل لکھنؤ

باہتمام حاتم حسن علوی دیرکھل

مطبع دیرکھل پٹنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم سلام و مصلیٰ و مسلمان مسئلہ قبور و قبہ جات

افاضہ امام الوقت ملک العلماء حضرت مولانا عبدالباقی صاحب لکھنؤ علی
 (منقول از اخبار ہمدرد دہلی مورخہ ۱۶ صفر ۱۳۸۶ھ بمطابق ۱۹۰۵ء)

مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے وہ درخت جسکے نیچے بیعت الرضوان میں حضور نے سایہ
 لیا تھا بخون پرستش کھدوا ڈالا مگر نہیں کھا جاتا ہوا کہ صحابہ کے وقت میں آثار پر جو
 مساجد تھے انکو حضرت نے کھودنے کا حکم نہیں دیا حالانکہ لوگوں کی زیارت پسند نہیں
 کی چنانچہ اپنے ساتھی سے کہہ کہ ان مساجد پر اگر وقت نماز ہو تو پڑھ لیا کرو اور قیام
 کہ انکی امتیں ہی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں کہ انھوں نے مسجد ایسے آثار پر بنایا تھا کہ
 سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ صحابہ میں لوگ اسکی زیارت کرتے تھے حضرت کے تشدد
 کے باوجود انھوں نے نہ تو لوگوں کو زیارت و نماز سے باز رکھا نہ مساجد کو شکست کرایا
 تفصیل اسکی غالباً موبہوی عنایت اللہ صاحب کے مضمون میں ہوگی اس واقعہ کو
 حضرت عمر کے کنز العمال میں روایت کیا ہے۔

مسجد ہر حالت میں قابل احترام ہو خصوصاً وہ مساجد جو آثارِ مبارکہ میں ہوں میں نہیں بھٹتا کہ نجدی یہ کیوں کرتے ہیں اور مزار کے قبیلے اور مساجد کو کیوں ٹکراتے ہیں۔ مولے اسکے اور کوئی وجہ نہیں کہ انہیں انہی بربریت اب تک موجود ہو۔ مزارات کے جوار میں مسجد بنانے کو تمام علما نے جائز بتایا ہے اور قرآن شریف کی اس کا جواز اس آیت سے نکلتا ہے جسکو چھوڑنے لکھا ہے آپ اسکو بغور ملاحظہ کیجیو وہ مساجد بنانوالے خوش اعتقاد اچھے لوگ تھے جیسا کہ تفسیر کبیر سے معلوم ہوتا ہے انھوں نے مسجد سلیمان کیلئے بنوائی تھی جیسا کہ مدارک سے معلوم ہوتا ہے۔ ابن کثیر کا اپنا خیال قابل احتجاج دیگر کبار علماء کے مقابل نہیں ہے جس حدیث کی انھوں نے استدلال کیا ہے وہ حدیث انکے مدعا پر نہ دلت کہنے سے قاصر ہے۔

آپ خود ملاحظہ کیجیے کہ لتخذن علیہم مسجد اقرآن میں بلا انکار اور اعتراض کے مذکور ہے اور علی معنی عزت کے ہے اسی وجہ سے مفسرین کہتے ہیں علی باب الکھف بر خلاف حدیث کے کہ اسی میں مذکور ہے کہ لتخذن واقبور انبیاء ہم مساجد خود قبروں کو وہ جو گڑھا بناتے تھے قبروں کو مسجد کرنا اور انکے قرب میں مساجد بننا دونوں کا فرق آپ خود ملاحظہ کر لیں اس سے تعارض دونوں نصون میں نہیں ہے اسی وجہ سے ہم قرآن پر بھی عمل کرتے ہیں اور حدیث پر بھی اور کہتے ہیں کہ قرب مقابر اور جوار مصالح میں مسجد بنانا مستحسن ہے مگر قبر پر مسجد بنانا ناجائز ہے پہلا امر قرآن کو ثابت ہے اور دوسرا حدیث کو ثابت ہے۔

ہاں جو لوگ اس آیت کی بنا علی بقبور کے جواز پر استدلال کرتے ہیں انکی توجیہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ باوجود اسکے خفاجی اور روح المعانی ولے میں بنائے آسمان کا فرق پھر مقرر کیا

منسوب بہ تہب میں۔ اُنکے اقوال کے بدعات کی تائید میں قابل قبول نہیں ہیں۔ بیفتادی
 اور امام رازمی رحمہ وغیرہ جو تصحیح کرتے ہیں وہ قوی ہو۔ اوسے نے جو دلیل بیان کی ہے وہ بھی
 قابل احتجاج نہیں ہے۔ اسی وہ جو ابن کثیر نے لکھی ہے آپ خود اُسپر غور کریں تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی
 کہ تہبیر کہ مساجد بنانا اور انکی عظمت کرنا امر آخری ہے اور قبور کے کنارے مسجد بنانا امر آخری ہے حضور کا
 مرسوہ وہو نامقا برین خصوصاً الیالۃ الہیۃ میں متواتر ہے۔

لہذا یہ کیا اعتبار نہیں کا بنانا مجھے بہت حیرت ہوئی کہ جب تلاش کیا تو اسکی ممانعت پر کوئی
 نص نہیں ملی پہلی طرف وہی حدیث نسکوتین نے آپسے زبانی عرض کیا تھا کہ نبی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم عن البناء علی القبور یہ حدیث حصول مدعا میں غیر کافی ہے نہیں
 معلوم ہوتا ہے کہ نبی سے کیا مراد ہے نہی تحریمی یا تنزیہی بظاہر نہی تنزیہی ہے جیسا کہ اس
 طریقہ ادا سراسر اشارہ فرمایا ہے نہی عن تشئید البناء مضبوط کر کے کو مکانات کے آہر و کا
 یہ روک ظاہر ہے کہ تنزیہی تھی ورنہ بڑے بڑے عمارات سب کھدوا کر پھینک دینا چاہیے پھر
 بناء علی القبور سے کیا مراد ہے آیا اسکے زرداگر کچھ بنا لیا یا اُسپر بننا احتمال ہوتا ہے کہ عند
 کے معنی میں ہے خواہ ہو کہ یہ معنی مجاہزی ہیں لہذا اس سے خود نفس قبر پر بنانیکی ممانعت
 عملی ایسکی کیونکہ جمیع ہیں الحقیقۃ والمجاز درست نہیں ہے بفرص یہ احتمال مان لیا
 لیا جیسے نوامہ جانیفانہ یہ حکم عام قبور کا ہے مخصوص قبور کا نہیں ہے۔ اس امر کی تخصیص علماء
 کی عبارات سے ہے اور خود حضور اقدس کے فرار سے ہے کہ اندر حجر و حضرت عائشہ کے ہوا جو
 مستف تھا۔ گنبد کی تو اسوقت مسجد بھی نہیں تھی جیسی حیثیت مسجد کی تھی دوسری حضور عائشہ

کی تھی حضرت عمرؓ نے اسکی حرمت کرائی اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے نئے سرے سے اسکی تعمیریاتی
 صحابہ کے وقت میں بلا انکار کے قبور پر مٹی ڈال دی جسے قبۃ کہتے ہیں ہونا ثابت ہوتا ہے بعض نے اسکی
 مخالفت کی تو وہ بھی بطور کراہت تنزیہی کے ہے۔ نہی خود اسکے امکان وقوع پر دلالت کرتی ہے
 اور نہی چیز کو تنزیہی ہے تو اسکا اثر سیدر ہوگا جو دیگر امور خلاف ادلی کا ہے۔ ملا بساں و درساکن و
 عمارت و فیوین جتنی دعوت ہوتی گئی، مال میں ترقی ہوتی گئی۔ نذہن اور مردوں و قتل
 کی یکساں حالت ہے۔

یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ سینہ نہی یعنی کالتفعل سے چاہے تحریم ثابت ہو مگر لفظ نہی
 سے جسکے معنی یہ کہنے کے ہیں تحریم کا بلا تہینہ ثابت ہونا غیہ مسلم ہے ورنہ اسی لفظ سے گرم
 کھانے سے منع کیا ہے۔ ہر روز نگلی سے منع کیا ہے۔ دھوپ چھانین بیٹھنے سے روکا ہے۔ دودھ دلا
 جانوروں کے پیچ سے روکا ہے۔ یہ سب بھی حرام ہو جائینگے۔ ہاں بعض محرمات کو بھی اسی لفظ
 سے روکنے کا ذکر ہے تو انکی تحریم دوسرے مفہوم سے ثابت ہے نہ تحریم کا علم پیدا ہوتا ہے لفظ نہی کی تحریم ثابت نہیں کی گئی ہے
 اول درجہ مخالفت کا مکروہ تنزیہی ہے اور خلاف اولیٰ ہے ہی مراد ہوسکتی ہے لیکن یہ بات غلط
 نہ ہونا چاہیے کہ خلاف اولیٰ کسی امر آخر سے اور سبب قوی سے مستحسن بلکہ اگر مقدمہ واجب ہوگا
 تو واسبب ہو جاتا ہے وہ کچھ حرام نہیں ہے جسکا ازالہ لازم ہو۔ بلکہ حرام ظنی ہی حسب تصریح ظنی
 شوقانی کے اس قائل ہے کہ اسپر سکوت کیا جائے تو جو لوگ قبۃ کی تحریم کے قائل ہیں وہ بھی سکوت
 ہی کو مقدم کرتے ہیں۔ میں نے باتبع اخئی المعظم مولانا عبدالحیٰ مکر وہ تنزیہی کا قول اختیار کیا ہے
 ورنہ عام علماء و اکابر نے قبور صحابہ قبۃ کا بنانا مستحسن لکھا ہے۔ فقہائے عبادتین یا مجتہدین کے

ارشادات میں تحریم کا پتہ نہیں چلتا ہر تخصیص کسی کی نہیں ہر حالانکہ نصوص فقہی اطلاق
 ہوئے جاتے ہیں مگر وہ مقید ہوتے ہیں کسی نہ کسی معتبر کتاب میں اسکی تخصیص و تفسیر ظاہر
 کر دیتی ہے چنانچہ ان احکامات مطلق کی قید بھی فقہ میں موجود ہے یہ ہے کہ اگر بغیر فائدہ یہ
 عمارت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ملک موقوف یا ملک غیر میں ہو تو حرام ہے اور اگر فوائد مرتب ہوں
 تو مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ محسن ہے اور انکے فوائد سے یہ لکھا ہے کہ اپنے فائدہ پر ہنسنے کے لیے جو لوگ
 آتے ہیں انکو راحت ہو نو کوئی نظر و غین عظمت اہل قبر کی ظاہر ہو و غیر ذلک۔ امید ہے کہ
 ان سب کو صرح مولوی عنایت اللہ سلمہ لکھیں گے قبر پر قبوت کی بجنسہ وہی حالت ہے جو مساجد
 کی ہے۔ ولید کی بنائی ہوئی مسجد ابان بن عثمان کو ناپسند ہوئی کیا شاندار مسجدین جو سلف
 کے زمانہ میں تھیں اگر وہ کھودالی جائیں تو بتائیے کہ یہ سنت ہو گیا یا بدعت۔ میرے نزدیک
 تو بدعت ہے اس واسطے کہ اس قسم کے استحکام دنیا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم و رواج
 کے اعتبار سے رکھا تھا اور مصارف کی تقلیل کی وجہ سے باز رکھا تھا ورنہ کوئی ایسی شے تھی
 کہ روکی جاتی۔ اب یہ کہنا کہ اسکے اندر بدعات ہوتے ہیں بغیر تسلیم انکو رکھا جاسکتا ہے
 مکانات اور عالی شان محلات میں تو محرمات ہوتے ہیں تو انکی وجہ سے مکان نہیں گرا دیا
 جاتا ہے اگر کسی کا مکان گرا یا جائے تو اسکی توہین ہے یا نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان خوش
 کو اس سے کیا فائدہ ہے۔

اس پر ہم مبر کرتے اگر اندیشہ نہ ہو نا کہ خانہ کعبہ کی وقت اتنی طلب اہل اسلام میں نہیں
 جتنی مدینہ منورہ کی عظمت و محبت ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے۔ امام شافعی تو جہاد کعبہ کو قبیلتے

ہونے کے قائل ہیں، امام ابوحنیفہؒ تو فضا کا فی سجدے ہیں۔ قومی اندیشہ ہے کہ لوگ جدار ہی کو قبور
 عبادت سمجھیں اس واسطے اگر ایک موجد جذبہ توحید میں آکے اسکو ڈھالے تو پھر کون اعتراض ہو سکتا
 کیا یہ غلط لا۔ ڈکچہ کا جسکی بنا پر ضلیم کہہ قائم ہوئی، نہیں پورا ہو سکتا ہے۔ اسکو ذرا غور و فکر سے ملاحظہ
 کیجیے۔ ہمارے جعفر اندیشہ ہیں سب ایک ایک کر کے پورے ہو رہے ہیں۔ اللہ انکو پورا کرے
 درمہ مرکز اسلامی تشریف لیجا، لیجا۔ مگر اب کہاں رہا ہے؟

تیسرا اہم تعقید قبور کا ہے۔ بین السجدہ اپنا عقیدہ اپنے جدا کریم مولانا عبدالرزاق قدس سوئی حیات
 میں پیش کیے دیتا ہوں جو نصوص شرعیہ متواترہ و متفقہ پر مبنی ہے۔ اسپر بھی کتابوں کہ کسی کو بلاور
 ہو یا نہ برعکس، سب اعتقاد ہو ویہ ہے۔ انذار غیبیہ صوفیہ مطبوعہ مجتہائی۔ اور قبر بمنزلہ جسم کے
 ہو جاتی ہے پس جو معاملات کہ زندہ دن کے جسم کے ساتھ کر نہیں روح کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح دفن
 کے بعد قبر کے ساتھ وہ معاملات کرلے سے روح کو ایذا ہوتی ہے۔ اور جو معاملات زندہ کے ساتھ
 کرنے سے باعث نحریت روح ہوتے ہیں وہ قبر کے ساتھ کرنے میں بھی باعث نحریت روح
 ہوتے ہیں۔ پس جو تعظیفات کہ حالت حیات میں اہل قبور کیواسطے عمل میں آتے تھے قبور کے
 ساتھ انکا حفظ لازم ہے۔ لیکن جو تعظیم منوعات شرع سے ہو وہ ہر وقت ممنوع ہے کہ پس بنا نا
 قبور خیمہ کا واسطے نشانی باقی رہنے کے درست ہے یہ عبارت رسالہ مذکورہ کی ہے۔ علامہ عقیلی
 وغیرہ وغیرہ تصریح کرتے ہیں کہ قبور کفار تو کھودے جاسکتے ہیں مگر قبور اہل اسلام نہیں کھوئے
 جاسکتی ہیں بلکہ بعض فقہائے متقدمین نے تو کفار کے پیش قبور کو بھی رد انہیں رکھا ہے۔ مسلمانوں کی
 قبور کا کھودنا تو سب کے نزدیک ہنگامہ است اصحاب قبر کی ہے۔

اسین شک نہیں کہ عموماً قبر زمین سے بلند کی گئی ہے خصوصاً انحضرت کی قبر کہ وہ ایک بالشت یا کچھ کم یا کچھ زیادہ بلند ہو آپکا مزار ابھی پشت تھا یا مربع اسین اول قول ائمہ ثلاثہ کا ہوا دوسرا قول امام شافعی کا ہو مگر دونوں کے نزدیک جائز ہو کہ دوسرے قول پر عمل کیا جائے صرف انفعلیت اور سنونیت اور عدم انفعلیت میں خلاف ہو۔

اجملہ ایک حدیث حضرت علی کی ہے جو حکو میں نے ذکر کیا افسوس ہو کہ اسکے علاوہ تلاش ہو بھی حسن صحیح بلکہ ضعیف بھی کوئی دوسری حدیث نہیں ملی۔ اول تو قصہ حال ہے معلوم نہیں حضرت علی کو کن قبور کے برابر کرنے کا حکم ہوا تھا بظاہر کفار کے قبور کا حکم ہوا ہو گا اس واسطے کہ اُس وقت وہی قبور تھے پھر ملت عبادت تھی یا کوئی دوسرا امر پھر اسکی تعیین کہ وہ کتنا بلند ہونے پر برابر کر دی جائے غیر ذکر ہو پھر کس شے کے برابر کر دی جائے یہ بھی مجہول ارشاد ہوا ہو لا متشرفاً الا سویۃ نہ کوئی قبر بلند پاؤں میں مگر یہ کہ اسکو برابر کر دوں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قبر شرف سے مراد وہی قبر ہے جسکو حد سے متجاوز بلند کیا ہو ورنہ چاہیے تھا کہ آنحضرت کے مزار کو بھی زمین کے ساتھ ملا دیتے یہ امر ظاہر ہو اس حدیث کو جبہور اہل سنت نے غیر قابل احتجاج سمجھا اور یہ مسلک صرف بعض کا ہو اس واسطے کہ یہ نامتزا حدیث دافعال کے خلاف ہو خود آنحضرت کے رہبرو حضرت بلال نے قبر حضرت ابراہیم کو بنایا اور اسپر پانی ڈالا اس سے گایست قرینایکا جواز نکلتا ہے اگرچہ تختہ قبر کا بھی کمرہ تنزیہی ہو جیسا کہ نہی اسکے بارہ میں وارد ہوئی ہو مگر نشان قبر نہ ٹٹنے کے خیال سے خود حضرت علیؑ علیہ السلام نے حضرت عثمان بن مظعون کے مزار پر پتھر رکھا تھا وہ اسقدر بڑا تھا کہ جن صاحب کو نکدر رہ گیا اُن نے اُنھیں سکا تو خود اُنھیں میں مدد دی اسسے ت

پختہ قبچنے کے جواز پر دلیل لائی جاتی ہے اور وہ حدیث حسین بنی ہو یا نسہی تنزیہی پر محمول ہوئی یا نسخ پر کیونکہ پہلے زیارت قبور کی بھی ممانعت تھی جب اس کا جواز ہوا تو قبر کا قائم رہنا بھی جائز ہو گا۔

قبرہ کتابت کونگی بھی نہیں ہوئی ہے امام ابو حنیفہ اسی پتھر والی حدیث سے اسکے جواز کا حکم دیتے ہیں کیونکہ مقصود شارع نشان قبر کا قائم رکھنا ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء نے زمین کی کمزوری کے باعث پختہ کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض نے تو تابوت کا اور وہ بھی لوہے کا ہو تو اسکی بھی اجانت دیدی ہے اور علت نہی کو بھی مختلف ظاہر کیا ہے۔ بعض نے بلندی کی بھی کوئی حارثین رکھی ہے۔ خصوصاً اہل شرن کے لیے اور واقعہ یہی ہے کہ کوئی دلیل حرمت یا گراہت تحریمی پر قائم نہیں ہے حتیٰ کہ رفع قبر میں تو شوکا حتیٰ صاحب کو بھی کہنا پڑا کہ تحریم اسکی غلطی ہے اسوجہ سے سکوت جائز ہے۔ پھر اسکے اندام کی کیا وجہ ہو۔

الحاصل آپ سمجھ لیں کہ ہم قبروں کی توہین کو مثل زندقہ کی توہین کے سمجھتے ہیں۔ اسکو کوئی معمولی امر نہیں سمجھتے۔

قبون کی حرمت پر ایک نظر

از جناب مولانا محمد غنیات اللہ رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند

اخبار ہمدرد مورخہ ۳۰۔ اگست ۱۳۵۷ء میں ایک مضمون مزارات پر قبون وغیرہ پر منکے متعلق عدم جواز کا نظر سے گذرا میرا خود پہلے سے بھی خیال تھا کہ قبون اور بختہ قبروں کے جواز و عدم جواز متعلق ایک مضمون لکھوں مگر دوسرے مشاغل کی وجہ سے اس ارادہ کو پورا نہ کر سکا کہ ہمدرد کے اس مضمون نے میرے ارادہ کو بختہ کر دیا خاص کر مولانا محمد علی رضا کی خواہش نے اور زائد اس امر کی جانب توجہ دلائی۔ ہمدرد کے مضمون نگار مولانا عبدالحی رضا فاروقی پروفیسر جامعہ ملیہ ہن مولانا موصوف نے شرح مضمون میں یہ تسلیم کیا ہے کہ قرآن پاک میں قبون و مزارات وغیرہ کے احکام موجود نہیں ہیں اور اکیلائیات جس سے جواز ثابت ہوتا ہو یہ بقول ابن کثیر و آلوسی لائق احتجاج نہیں ہے اس کے بعد مولانا نے احادیث و فقہی عدم جواز ثابت کیا ہے۔

ہم اپنے مضمون میں سر دست یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن و حدیث و جمیع ائمہ (فقہ) و قیاس کسی سے بھی قبون اور مزارات کو زمین سے بلند کرنے اور ان کے پاس مسجدیں بنوانے کی حرمت تو کیا اگر اہل تحریک بھی ثابت نہیں ہوتی پس ان کو کھدوا دینے اور براب کر دینے کی کوئی علت موجبہ نہیں ہے۔ بلکہ خوف فتنہ بین المسلمین و شائبہ اہانت قبور کی وجہ سے قبور و قبون کے اہدام سے باز رہنا شیوہ ہمدردان اسلام ہونا چاہیے۔ اولاً ہم مولانا کو یسر بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن کی جو آیت مولانا نے تحریر فرمائی ہو یعنی

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بَعَثَهُمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ۱۔

وہ صراحتاً آپ کے اقرار کے بموجب مدعی کے غلطاًچ اور ابن کثیر اور حال کے ملامہ
آکوسی کی عبارتیں قرآن کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی نہیں ہو سکتی ہیں اور بقول مولانا
محمد علی کے قرآن کا مقابلہ تو حدیث متواتر بھی نہیں کر سکتی چہ جائیکہ مفسرین کی عبارتیں
اور ایک غیر مشہور تفسیری کے اقوال اسکے علاوہ آکوسی کی عبارتوں کو احتجاج دیا ہی ہو
کہ خود ابن عباس الوہاب کے اقوال سے احتجاج کیا جائے کون نہیں جانتا کہ آکوسی اور
نواب صدیق حسن خان اس قدر عجیال تھے کہ آکوسی کی تفسیر نواب صاحب مرحوم ذبیح
کرائی۔ آکوسی زادہ نواب صاحب مرحوم کے تلامذہ میں سے تھے ابن تیمیہ ابن قیم کے
مقلد جامد تھے، ان کے اقوال سے ہندو بلا کسی دوسری دلیل کے کیسے لائق اعتبار ہو سکتا
اور سچ تو یہ ہے کہ اگر آکوسی کے اقوال پر ہم بھروسہ کریں تو خود مولانا فاروقی ہی کے
اقوال پر کیوں نہ بھروسہ کیا جائے عراق تک شدید طاعون کی کیا ضرورت ہو رہا ابن کثیر کا
کا قول تو وہ ظاہر قرآن کے مقابل ہوا اور شہاب خفاجی رحمہم نے اسی آیت سے حجازی تفسیر
نکالا ہے) اور ان کا قول ظاہر قرآن کے موافق ہو پس ہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہم
کیوں نہ کہیں کہ ظاہر قرآن خفاجی کے ساتھ ہو اور حبیب اللہ کے مقابل کوئی دلیل
نہ ہو کسی طرح اسکی تردید نہیں ہو سکتی۔ علاوہ اسنے ابن کثیر نے جن احادیث کو منقطع
کیا ہو وہ اس آیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں آپ خیال فرمادیں کہ قصور کو مسجد بنانا

اور قبروں کے قریب مسجد بنانا دونوں میں کتنا عظیم فرق ہو قرآن میں جس واقعہ کا ذکر ہوا ہے مستحق تمام مفسرین ذکر کرتے ہیں کہ مسجد یا کعبہ پر یا امین قریب بنائی گئی تھی اور یہاں احادیث میں چھبڑوں کی گئی ہو وہ نفس قبر کو سجدہ گاہ بنا نا ہو۔ قریب اور جو اس کی مخالفت اُس سے ثابت نہیں ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ قرآن مولانا فاروقی کی کسی طرح تائید نہیں کرتا جس کا خود مولانا نے اعتراف بھی کیا ہو بلکہ بظاہر مخالفت کرتا ہو اب احادیث کو دیکھیں تو مولانا نے جن احادیث کا تذکرہ کیا ہے دراصل وہ حدیثیں ہیں جنہیں سے ایک حدیث کو اکثر محدثین نے اپنی سندوں سے مختلف الفاظ سے ذکر کیا ہو یہ جو کہ تدریج و تفسیر پر لعنت کے کہ انھوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (الحديث۔)

دوسری حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہو جس کا ترجمہ مولانا نے حسب ذیل کیا ہو۔

کیا تحقیق نہ روانہ کروں اس کام کیلئے جو کلام کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روانہ کیا تھا اپنے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں کوئی اپنی قبر پر چھوڑوں مگر یہ کہ اُسکو برابر کروں اور نہ کوئی تصویر مگر یہ کہ اُسکو مٹا دوں۔ پہلی حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہو جن سب میں صریح قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی مخالفت مروی ہو ان احادیث کو تحریر فرما کر مولانا تخریر فرماتے ہیں کتاب وسنت کی یہ تصریحات بیان نہ ہوں اس حقیقت کا اعلان کر رہے ہیں کہ قبروں پر سجدہ بنانا تمغیر کرنا وہاں جا کر میں و برکت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھنا اور اُن کے لیے اوقاف مقرر کرنا ناجائز اور حرام ہو شریعت اسلام کو ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان عمارتوں کا گرا نا حاصل شریعت اسلام کا ایک بہترین فہم داکر نا ہو مولانا نے اس عبارت میں دعویٰ کیا ہو

کہ ادھر کے مذکورہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے حسبِ یل عوے ثابت ہو گئے۔ قبروں پر مسجد بنانا حرام ہے۔ قبۃ تعمیر کرنا حرام ہے۔ وہاں جا کر مین و برکت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھنا حرام ہے۔ ان کے اوقات مقرر کرنا حرام ہے۔ ان عمارتوں کا گرانا اہم ترین فرضِ داکرنا ہے۔ یہ مولانا کے پانچ دعویٰ ہیں اور مولانا کا خیال ہے کہ مذکورہ آیات احادیث سے یہ ثابت ہو گئے۔ مولانا خود انصاف فرما لیں کہ اپنے اپنے دعوے کے موافق میں ایک آیت "نصف آیت" ایک لفظ بھی قرآن شریف کا کہیں اوپر ذکر کیا جسے آپ کے مذکورہ پانچوں دعووں میں سے ایک دعوے بھی ثابت ہو سکے ہندو میں اس کے اوپر کا ایک ایک لفظ پڑھا ہو۔ ہجو تو کہیں بھی کوئی لفظ قرآن شریف کا جو اپنے اپنے دعوے کے ثبوت میں لکھا ہو نہیں ملا۔ مضمون بھرتین صرف ایک آیت ذکر کی گئی ہے اور وہ صرف یہ دکھانے کے لیے کہ اس آیت سے قبہ وغیرہ کا جواز ثابت کرنا درست نہیں ہے۔ اس کا کوئی تعلق مولانا کے دعوے کے ثبوت کو نہیں ہوتا۔ جسکو صرف مولانا نے بھی صرف رد کرنے کے لیے ذکر کیا ہے اگر اُسی سے مولانا کا دعویٰ ثابت ہو تو مولانا نے خود ہی سکی تردید کر دی ہے تو کیا خود ہی اپنے دعویٰ کو رد فرمایا ہے۔ اسکے علاوہ تو کوئی آیت مضمون بھرتین مذکور نہیں ہے۔ اب احادیث کو دیکھیے اس میں سے سوا ایک کے اور سب احادیث میں قبروں کو مسجد بنانے کی ممانعت مروی ہے مولانا نے خود مسجد کا ترجمہ سجدہ لگا دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا اور چیز بے اور قبروں کے قریب اُس سے ہٹ کر مسجد بنانا اور چیز ہے اور قبۃ تو بالکل علیحدہ شے ہے اگر حدیث میں قبر کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت ہے تو اُس کا قبہ سے کیا تعلق ہے زائد سے زائد جو ان احادیث سے ثابت ہو سکتا ہے

وہ یہ کہ قبر کو سجدہ نہ کرنا چاہیے۔ اب مولانا ہی بتائیں کہ قبہ کے بنانے سے اسکا کیا تعلق ہے اور آپ کے دعویٰ سے تو ضرور بھی اسکا تعلق نہیں ہے۔ مولانا کی خدمت میں یہ بھی گناہ فرمے کہ کسی چیز کا حرام ہونا احادیث احاد سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر مولانا ہی کے گناہ اثر کرے تو قرآن پاک کی آیتیں ہم استدلال کریں اور آپ کے ان پانچوں دعویٰ کے مقابل ہی آیتیں استدلال کریں تو غالباً مولانا کو مضطرب کر دے مگر دروغ غیر معتبر اقوال کے دامن میں مبتلا رہنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا اور مولانا کے پیش کردہ احادیث احاد بھی اگر بغیر من و مآپ کے معنی کے موافق بھی ہوں تو قرآن کی آیت کے مقابل نہ ہو سکیں گی دیکھو مولانا محمد علی کا مضمون قتل مرتد کے بارے میں (دوسری حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جسکا تعلق قبر کو ادنچا کرنے سے ہر قبوتوں وغیرہ سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ آپ کے ترجمہ سے خود ظاہر ہے۔

اصل یہ ہر حنفیہ اور شافعیہ میں بحث یہ ہر کہ آیا قبر کو گناؤں ہونا چاہیے اونٹ کے کھانے کے مانند یا سطح ہونا چاہیے حنفیہ پہلے کو اور شافعیہ دوسرے کو مسنون بتاتے ہیں اور پہلے اپنی موافقت میں دلائل حدیث سے پیش کرتے ہیں حنفیہ چند احادیث جو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں انہیں سے بعض حنبلی ہیں۔

عن سفیان الثمارانہ راسی قبل النبی سفیان ثمار سے مروی ہے کہ انھوں نے حضور انور کی صلی اللہ علیہ وسلم سنا (بخاری) قبر شریف اجمری ہوئی کو بان شریک طرح دیکھی
عن ابراہیم قال اخبونی من راسی ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے جس نے

قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر لابی بکر و حضور انور اور شیخین کے مزار مبارک یکھے ہیں
 ہر فاشنہ من الارض و علیہا خلق یہ بیان کیا کہ یہ قبور میں پڑھتے (موجود ہوتے)
 من مدابیعہ (امام محمد) اور انہر سفیدی چھوٹی مٹی کی تھی۔

عن جابر قال سئل ثلثة کلامہ حضرت جابر سے سوال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں
 فی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب شخصوں سے سوال کیا جنہیں سے ہر ایک کے
 اباجعفر محمد بن علی و باب کی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 سئل قاسم بن محمد وسئل سالم قبر کے پاس تھی یعنی ابوجعفر محمد بن علی
 بن عبد اللہ اخبرونی عن قبور ابائکم محمد بن علی اور قاسم بن محمد اور سالم بن عبد اللہ
 فی بیت عائشہ وکلہم قالہ انہما سے سوال کیا کہ تم لوگوں کے باپوں کی قبریں
 مسندہ (ابن شاہین) حضرت عائشہ کے حجرہ میں کس طرح بنی ہوئی ہیں

قال القادی السنۃ ان یعلو القبر ما علی قاری کہتے ہیں کہ سنہ یہ کہ قبر کا نشانہ
 ان یرفع شعبہ القبر علی الصلوۃ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ایک بالشت
 والسلام کادواہ ابن جان فی صحیحہ بلذہ جویا کا بن جان نے اپنی جمع میں لکھا ہو
 اسکے علاوہ دوسری احادیث بھی حقیقہ کی موید ہیں اور شافعیہ اسی حدیث سے جو روایا
 نے تحریر فرمائی ہے ترجیح اور تسلیم قبر پر استدلال کرتے ہیں حنفیہ جواب میں کہتے ہیں
 کہ اس حدیث سے ممانعت ایک بالشت سے زائد قبر بلند کر نیکی ہو ایک بالشت سے کم بلند
 کر نیکی ممانعت کیسے ہو سکتی ہے باوجودیکہ خود حضور انور کا مزار مبارک زمین کو بلند تھا

اور اگر حضرت علی اور دیگر اصحاب کہا یا سکو بُرا سمجھتے تو ضرور دکتے بلکہ اسکے برخلاف خود غصے سے متعلق مرقی پر کہ قبر سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے تو ظاہر ہے کہ اگر قبر بلند تھی تو تکیہ کیسے لگائے تھے۔ اس ہمارے بیان سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق کسی طرح قبور و عمارت ماحول القبر سے محدثین کے نزدیک نہیں ہے۔ اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس میں ممانعت قہر کی ہے تو حسان کہیں تمہ کی تربیع سے (زمین و وزم) منع کیا گیا ہو تو کیا آپ کے خیال میں اس جگہ پر قبہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسکے بعد ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مولانا نے اوپر کون آیت یا حدیث تحریر فرمائی ہے جس سے ان کے کسی دعویٰ کا ثبوت بھی ہو سکے۔ خود بھی براہ کرم مولانا اپنے پانچویں دعویٰ اور مذکورہ بالا احادیث کو دیکھیں اور صحت مطلع فرمائیں کہ محل استدلال کون لفظ ہے۔ خیال رہے کہ محض احتمالات اور وہ بھی خلاف ظاہر سے صورت تو کجا اگر ثابت ہو نا ضروری نہیں ہوتا اسکے بعد مولانا نے دوسرے پرچہ پھر دین فقہا کی عبارتیں پیش کی ہیں ان کا مفصل جواب آگے آتا ہے۔ لیکن ایک امر ضروری یہاں پر گزارش کر دینا ہے کہ اختلاف فقہا کی صورت میں کسی امر کا قطعی الحکمت ہونا کسی طرح پر لائق تسلیم نہیں ہے اور خاص کر جبکہ سلف سے لیکر خلف تک کسی بات پر عمل کرتے چلے آئیں تو وہ عند الفقہاء حرام نہیں رہ سکتا۔ علیہ العمل و علیہ عمل مشائخنا علیہم السلام علامت قویٰ سے ہیں۔

جب آپ فقہائے مسالک سے بحث کیجیگا تو آپ کو لازم ہوگا ان کے اصول پر بحث کیجیے۔ توجیہ القول بالایضاحی بہ قائلہ درست نہیں ہے مولانا نے سب سے پہلے جو بات

لکھی ہے وہ مدوۃ الکبریٰ کی ہے جسکو امام مالک کی تصنیف فرمایا ہے، جو حیرت کی المیزان ہے
کن امام مالک کی تصنیف ہے آیا یہی امام مالک جو مشہور صاحب مذہب ہیں یا کوئی اور
امام مالک آج تک تو امام مالک کی تصانیف میں سے سوائے موطا کے اور کسی کا پتہ نہیں
ملا تھا مگر شک ہے کہ مولانا کے ذریعہ سے ایک اور تصنیف امام مالک کی معلوم ہو گئی ہے
مولانا کی نیت پر حملہ نہیں کرتے البتہ اتنا ضرور کہتے ہیں کہ چاہے بلا ارادہ ہو مگر علیہ السلام
ابن قاسم کی تصنیف کو امام مالک کی جانب منسوب کرنا صحیح طریقہ اثبات دعویٰ کا نہیں ہے۔
امام شافعی کی کتاب الام کی عبارت میں لفظ احب موجود ہے، انہیں سے کوئی ایک
عبارت بھی تو یہ نہیں بتائی کہ قبہ بنانا مسجدین قبور صالحین میں بنانا وغیرہ وغیرہ
مولانا کے چار امر وہیں سے کوئی بھی حرام ہے کراہت اور چیز ہے حرمت اور شے کراہت
سے حرمت لازم نہیں آتی ہمساری سمجھ سے یہ امر باہر ہے کہ مولانا نے درجہ کراہت
کی عبارت کا وہ حصہ کیوں چھوڑ دیا جس میں صراحتاً جواز بنا، مصنف نے بیان کی ہے
پوری عبارت حسب ذیل ہے۔

ولا یمنع علیہ بناء وقیل اس پر کوئی تعمیر بلند کی جائے اور یہی کہا گیا ہے
لا بأس به وهو المختار۔ کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی مختار ہے
مولانا اللغات فرماتے ہیں کہ اس عبارت کو چھوڑ دینا جو ان کے خلاف تھی اور جس کے
مطلق علامت فتویٰ بھی درج ہے کس قدر زبردستی ہے۔ مولانا کو اختیار تھا صاحب مختار
کی پوری عبارت تحریر فرما کر اس کی تردید کرتے مگر یہ طریقہ تو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

کہ اپنے موافق عبارت کا پہلا حصہ ذکر کر دیا جائے اور بعد کا جو اپنے خلاف ہو اسکو چھوڑ
 دیا جائے یہ تو بعینہ لا تقر بالصلوۃ کا معاملہ ہے اس سے بھی زائد ہو کہو تعجب ہے کہ
 مولانا نے جب درختار ملاحظہ فرمائی تو اسی کے ساتھ اسکا حاشیہ تکلیف اٹھا کر کیوں نہ ملاحظہ
 فرمایا حسین صاف طور سے لکھا ہے کہ اہت کے قول کے بعد

وفي الاحكام عن جامع الفتاوى قيل اور جامع الفتاوى کا کالین بقول ہے یہی کہا گیا ہے
 لا يكره البناء اذا كان للبيت من کہ قبر پر تعمیر کرنا مکروہ نہیں اگر صاحب قبر
 المشائخ والعلماء والساداتۃ۔ علما اور بزرگواروں میں سے ہو۔

مولانا ہمیں صاف فرمائیے اس قسم کی عبارتوں میں تقررات بعض بہت زائد
 بدگمانیاں پیدا کر دیتی ہیں اسی طرح مولانا نے نہایت اور شرح مختصر کی عبارت کا
 بیچ کا حصہ ذکر نہیں فرمایا جس سے پوری طرح مطلب واضح ہوتا یہ عبارتیں جن میں مولانا نے تحریر کی ہیں۔
 هدم البناء موجبا بحرمته لما فيه من التضييق على الناس (نہایت ملاحظہ)

فظاهره هذه التحريم ولو كان مكروها لنفذت الوصية (شرح مختصر)

ہو کہو افسوس ہے کہ دونوں کتابیں ہمارے پاس نہیں ہیں ورنہ ہم پوری عبارت کے
 ساتھ جسکے بیچ کے حصہ کو مولانا حذف کر دیا ہو ملاحظہ فرماتے اور معلوم کرتے کہ آیا درختار کی
 عبارت کی قطع کیں ہیں یا تو تقریر نہیں ہو اور یہ کہ انکا کیا مطلب ہو مگر پھر بھی اس سے قطع نظر مولانا
 کو ہم بتانا چاہتے ہیں کہ ان دونوں بیچ ہر شخص نے صاف طور پر صراحتاً اسی کتاب میں
 جیسا کہ آپ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ اہت لکھی ہے اور شرح مختصر میں تو صاف صاف ذکر کرتا

کھکھ کر بتایا ہے کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی ہو کہ مرنے کے بعد قبر پر گھر بنا دیا جائے تو یہ وصیت پوری نہیں کی جائیگی شراح کہتے ہیں کہ اس سے تو بظاہر حرمت معلوم ہوتی ہے مولانا بتائیں کہ اس میں شارح کا تردد معلوم ہوتا ہے یا اس کی قطعی رائے یہاں پر مولانا نے عبارت کا ترجمہ اس طور پر کیا ہے کہ ہم اس کو کسی طرح بھی صحیح نہیں کہہ سکتے اور مولانا کی نیک نیتی پر جو کہ حملہ کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عجلت پر محمول کرتے ہیں یہ ترجمہ کی غلطی کچھ اسی عبارت میں نہیں ہے بلکہ اوپر کی عبارت تو میں بھی ہے اور اس غلط ترجمہ کا یہی نتیجہ ہے کہ مولانا نے نتیجہ نکالنے میں غلطی کی ہے عبارت حسب ذیل مولانا نے لکھی ہے (جو خود بھی غلط اور ٹکڑے ٹکڑے ہے)

فین ادمی ان یعنی خلی قبر بہ بیت فظاھرہ
هذه الخیر بعد لوکان مکر وھالنفذت الخویۃ

ترجمہ مولانا نے کیا ہے ایک شخص وصیت کرتا ہے کہ اس کی قبر پر ایک عمارت بنائی جائے تو اس کی وصیت نافذ نہ ہوگی کیونکہ قبر پر عمارت بنانا حرام ہے مولانا انصاف فرمائیں کہ آیا اس عبارت کا ترجمہ یہی ہوا جو انھوں نے تحریر فرمایا ہے کیا بیت کا ترجمہ عمارت ہو کتاب میں نفاذ ہو تو ہم بیکار الفاظ ہیں کیا عدم نفاذ وصیت خود شارح کا قول ہو اور اس کا قویٰ جواب مولانا نے نہیں دیا کہ اس عبارت کا کیا مطلب ہے تو میرے پاس کتاب موجود نہیں ہو پھر بھی جو میں لکھتا غالباً وہی کتاب کا مطلب ہو گا براہ کرم پھر جناب ملاحظہ فرمادیں مطلب یہ ہوا پر شارح نے بناو علی القبر اور بقول اے کے احاطہ کھینچنے کو مکرہ لکھا ہے۔ اس کے بعد شارح لکھتے ہیں کہ

مصنف یا کسی اور عالم نے بیت بنانے کی وصیت کے عدم نفاذ کا فتویٰ دیا ہو۔ اس سے بظاہر حرمت معلوم ہوتی ہے حالانکہ اوپر کراہت مذکور ہے پس عبارت کی یا تو مصنف پر اعتراض کرنا مقصود یا تو بظاہر کرنا اسکے بعد یہ بھی گزارش ہے کہ قبور گھر بنانے کو عدم جواز سے قبحا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا ممکن ہے کہ گھر کا عدم جواز اس حدیث سے ماخوذ ہو حسین گھر میں قبر بنانی کی ممانعت حرج نماز وغیرہ کی وجہ سے مذکور ہوئی ہے اس سے بھی قبح کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں یادش بخیر ابن تیمیہ کی عبارت سے نہیں معلوم مولانا نے کیا ثابت کرنا چاہا ہے اول تو ابن تیمیہ کی عبارت سے استناد اسیطرح پر ہے جیسے بطرس کی عبارتوں سے آپ ثلثیت نقل کریں اور ہر کو لازم دین آپ ہی فرمائیے کہ اگر آپ اسیطرح عیسائیوں کے اقوال نقل کرنا شروع کر دیں تو کیا وہ ہم پر حجت ہو جائیں گے۔ دوسرے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ابن تیمیہ کی عبارت سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ مطلقاً انچی قبر بنانا اور اسکے پاس قبہ بنانا حرام ہے اور اسکا حکم و حکمیت بیشک وہ امور جو مذکور ہیں ممکن ہے کہ اولیٰ حرمت پر آپ استدلال اس عبارت سے کر سکیں لیکن اولیٰ وجہ سے متین کی حرمت ابن تیمیہ کے کلام سے ثابت نہیں۔ بقیہ عبارت فقہاء مولانا نے لکھی ہیں وہ مولانا کے مدعاے حرمت کو ثابت کرنے سے تھوہیں کیونکہ بحر الرائق میں صراحتاً جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے کراہت بناؤ کی بیان کی گئی ہے اور اگر کراہت ثابت ہو جائے تو بھی آپ کے مدعی کو مفید نہیں ہے کیونکہ آپ حرمت کے قائل ہیں اور اسی کا دعویٰ بھی فرمائیے کراہت کے ثبوت سے آپ کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے غرض کہ ہمارا خیال ہے کہ مولانا نے اپنے مضمون میں کوئی دلیل بھی اپنے چساروں و دعویٰ میں سے کی ہے ثبوت کی نہیں دی ہے۔

اور جو کچھ ثابت بھی کر سکے وہ صرف کراہت۔ لیکن اسی کے بالمقابل نہ صرف فقہاء بلکہ سلف بلکہ زمانہ صحابہ میں تمام فسطاط (قبہ) اور دیواریں اور حجت قبرین پر بنائی گئیں اور علمائے اسپہ سلوک کیا یا کم از کم علمائے اسکے متعلق انکار شدید نہیں کیا تھا ہرے کہ ایسے مختلف فیہ الحکماء میں نہ کسی کچھ غلط بھی کراہت وجواز بلا کراہت کا ہوا بن سوتا ایسا فعل کرنا جس سے اہانت مسلمین بلکہ خود اہانت سید المرسلین کی نہ صرف ہماری نظر و بین بلکہ تمام کفار و مشرکین کی نظر و بین متصور ہو بلکہ پھر یہ بھی مظنہ ہو کہ کفار انھیں انحال کو پسند کر کے تمام قبور بلکہ سید القبور کے ساتھ ارادہ فاسد کر سکیں گے اور کم از کم تمام اہل اسلام میں ایسا فتنہ رونا ہونگا اندیشہ ہو جب کا السند ادبی نہ ہو سکتا ہو کس طرح جائز ہو سکتا ہو اب ہم وہ عبارتیں تو فرین میں تحریر کرتے ہیں جسے مولانا کے مدعی کے خلاف بھی روشنی پڑتی ہے۔

ولمات الحسن بن علی ضربت امرأۃ القبة حفرة ما حن کی دفات کا بھانگی زود نے اپنی قبر پر
علی قبرہ شد دفعت فسمعت صائحاً یقول قائم کیا پھر تھوڑے زمانہ کے بعد اُسکو اٹھا دیا پس لیکر اُٹھا
الاہل وجد ولی آخر الحدیث (بخاری) سنائی دی کہ کیا انھوں نے اپنی گستاخیز پالی :-
وضرب عمر رضی اللہ عنہ قبر زینب بنت حفصہ عمر نے حفصہ ام المومنین زینب بنت جحش کی قبر پر
جحش وقال ابن التین فمن کربہ وضرب علی فسطاس بنایا ابن تین لہا کہ بن لوگوں نے مرد کی قبر پر
قبر الرجال بن عمر وابو سعید وابن المسیب قبرہا انہیں بن عمر وابو سعید ابن مسیب
وضربت عائشہ علی قبر اخیرا فترجہ ابغی حفرة عائشہ نے اپنے جانی کی قبر پر قائم کیا تو ابن عمر
وضرب محمد بن حنفیہ علی قبر ابن عباس مجنا نے اُسکو ہٹا دیا اور محمد بن حنفیہ نے ابن عباس کی قبر پر قائم کیا

وأیت سالم بن عبد اللہ یحضرى اماکن من
 مسجد بکرمہ کوی بن کر انھوں نے اپنے انبیاء کے نشانہ پر رکھا
 الطریق فیصلے فیما بعد حدث ان ابابکان یصلی
 تکریم کے قیام میں جو شخص ان مساجد میں آئے اور غلہ کا
 فیما واندرای اللہ علیہ وسلم وقت آئے تو اس میں نماز پڑھ کر روزہ چلا جا اور مبارک اعلان
 یصلی فی تلك الاکنة وحدثنی نافع عن ابن عمر
 میں نے مسلم بن عبد اللہ کو روایا کہ اس میں چاروں طرف سے
 وحی اللہ عنہما ان کان یصلی فی تلك الاکنة یشیع
 چاروں طرف سے آئے کہ یہاں پر ان کے باپ نماز پڑھتے اور کہتے تھے
 مات الکرم بن ابی العاص فی خلافة عثمان فی حجة بکرمہ
 اسی حضرت ابن عمر کے انھوں نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 نسطاس ینہر صائف حکم الناس فی ذلک قتال
 کو یہاں پر نماز پڑھ کر دیکھا تھا اور نافع بھی یہی حدیث روایت کرتا تھا
 عثمان رضی اللہ عنہ تدخیر بنی سعد عن زینب بنت
 عمر بن ابی العاص خلافت عثمان کے دن میں کہ تو ان کی قبر پر چلا
 حجر فطاس فعل لیمیم عائشہ عابد ذلک ما ہا
 تختہ گری میں پس پر روگون نے اس میں کیا ہے حضرت عثمان کے

قال البیضاوی اما کانت الیہود والنصارى
 بیضاوی کہ تو بنی ہود و ناصری اپنے انبیاء کے قبر کا
 یسجدون لقبری لا نبیاء تعظیم الشانہ مسجد
 ان کی عظمت کو قبر پر سجدہ کرتے تھے اور اپنا قبیلہ ساقی بناؤ تھے
 قبلۃ یتوجہون فی الصلوۃ نحوھا واتخذوا
 ان لوگوں نے قبر کو قبلت بنا لیا تھا ایسے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موت
 او ثابا لعلہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم منع المسلمین
 بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے امور سے اپنے روکا لیکن جلد
 مثلاً ذلک فاما نبی مسجد انی جوار صالح
 صلحین جسے مسجد بنائی محض ان کے قبر کے قریب سے
 وقصد التبرک بالقرب منہ لا تعظیم
 بركت حاصل کرنے کے لیے اور بلا اعلان کی تعظیم نہیں کرے
 ولا للتوجه نحوہ فلا یدخل فی ذلک
 جانب توجہ کے تو وہ اس و عبد بن داخل نہیں جو

مولانا کے مضمون کے متعلق تو ہم صرف اسی قدر لکھنا چاہتے ہیں البتہ ایک امر فراموش
 فائدہ کے واسطے ہم یہاں ذکر کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔ احادیث میں جہاں کہیں حکم
 بلفظ امر آتے ہیں اُن سے ہر جگہ فرضیت ہی سمجھنا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح جہاں کہیں
 لفظ نہی وارد ہوا ہو تو اس سے حرمت ہی ہر جگہ سمجھنا ضروری نہیں ہے احادیث میں
 ایک نہیں بلکہ دس بیس سے زائد جگہوں میں لفظ نہی وارد ہوئی ہے مگر اُس سے حرمت مراد نہیں ہے
 بلکہ کہیں کراہت تحریمی کہیں کراہت عادی (تشریحی) کہیں بوجہ طبی نقصانات کے کہیں
 بوجہ کسی شخص خاص کی مصلحت کے لفظ نہی مروی ہوئی ہے۔ بعض حدیثوں میں ایسا بھی
 ہوا ہو کہ پسند نہیں دہنی کی گئی ہے جس میں سے بعض حرام بعض مکروہ ہیں ہم کثیر احادیث
 میں سے صرف دو تین حدیثیں مثال کے طور پر لکھتے ہیں اور اس سے صرف یہی امر ثابت
 کرنا چاہتے ہیں کہ لفظ نہی سے بلا کسی دلیل کے حرمت ہی مراد دنیا صحیح نہیں ہے

نہی عن الشرب فی ائمة الذهب والفضة حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی
 ونہی عن لبس الذهب والحریر کے برتن میں شرب سے منع فرمایا ہے اور سونے

ونہی عن جلود النمرودان یکب علیہما ونہی اوریشم کے پھنسنے سے منع فرمایا ہے اور چیتے کو کھانا
 عن المتعة ونہی عن تشیید البناء کی زین بنانے سے منع فرمایا ہے متعہ سے منع فرمایا ہے۔

نہی ان یمس الرجل ذکرہ یمینہ وان یشی مکان کو مضبوط و مستحکم بنانے کو روکا ہے پس ذکر یمینہ
 فی نعل واحد نہی عن ان یستقبل مرکب منع فرمایا ہے ایک جوتہ پہن کر چلنے سے منع فرمایا ہے

القبلة بجل وغائط نہی عن السوم پیشاب درپاختا نہی کہ وقت قبلہ رو ہو کر قبلیہ کی طرف پشت

قبل طلوع الشمس وعن ذريح فتي الغمر۔ کہ نہ منع فرمایا ہو۔ طبع آفتاب کے قبل سوچا چاہیے اور
جوان بھٹیکے فوج کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اسکے بعد ہم چاہتے ہیں کہ قباور قبر کی بحث سے گزر کر حرمین کے ساتھ جو بدسلوکیاں ہوئی
ہیں اور خاص کر مدینہ پاک پر جو حملہ کیا گیا ہو اُسکے منقول بھی ہم چند احادیث ذکر کریں۔

چند احادیث حسبِ نبیل ہیں

من احداث فیما حدثنا اداوی محدثاً غلیہ جس شخص نے مدینہ میں فتنہ رنسا مچایا یا فتنہ کا قصد
لئے الله واللأئکة والناس اجمعین لا یقبل کیا اسپر اسرار و طاغوت اور لوگوں کی لعنت ہوا کہ بعد
منہ صرف ولا عدل (بخاری) اسکے کسی نفل و ذریعہ کو قبول نہ کریگا۔

لا یکید اهل المدينة احد الا انما لکما یمناع مدینہ و انون سے جو شخص فریب کرتا ہو وہ اسطرح
المطع فی الماء (بخاری) گھلتا ہے جسطرح نمک پانی میں۔

من اراد اهل هذه البلدة بسوء اذابہ جو شخص مدینہ والوں سے برائی کا ارادہ کرتا ہو اللہ
الله کما یدوب المطع فی الماء ولا فی دواۃ اسکو اسطرح پگھلاتا ہے جسطرح نمک پانی میں اور
ایسرید احد اهل المدينة بسوء الا دوسری روایت میں (وعید اسطرح ذکر ہوگا) اللہ
اذابہ اللہ فی الناذوب الرصاص او اسکو پگھلاتا ہے جسطرح رائیگاں میں اور
ذوب المطع فی الماء (مسلم) نمک پانی میں۔

ایسا جبار لارہ فی المدینہ بسوء اذابہ اللہ جس ظالم نے مدینہ میں برائی کا ارادہ کیا اسکو اللہ

کما یذوب الملح فی الماء (النجید) اسطح نگہلایہ کا سطح نمک پانی میں۔

اللهم انعم من وھمہم میاس یعنی اہل اللہ احوالہ مدینہ والوکلان کو مسخر و مغفور رکھ جو انکو تعلیم دے گا
ولا یریدھا احد بسوء الا اذا بہ اللہ کما اور جو انکے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اسکو پھیلاد

یذوب الملح فی الماء (البزار) جب سطح نمک پانی میں گھلتا ہے۔ (بزار)

عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اشرف علی المدینۃ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے ہاتھ

حتیٰ و اعرفہ ابطہ ثم قال اللهم من اتھا کروعا ناعی و فرغوا یا اے اللہ جو میرا درپر سے

ارادنی: اہل بلدی بسوء ففعل مھلاک شہر والو تو ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا تو مہلاک ہو گا

(ابن زبائہ)

(ابن زبالہ)

من اخاف اهل المدینۃ اخافہ اللہ یومہ برفقہ منینہ الکوثر ڈرائیگا اللہ قیامت کے دن اسکو

القیامۃ وغضب علیہ ولم یقبل من صلیا ڈرائیگا اور اپنا غضب اُس پر نازل فرمائے گا اور کسی

ولا عدلا (اوسط بطرانی) ذرین ذنل کو اس شخص کے نہ قبول کرے گا۔

من جابوا انامیرامن امراء الفتنة جابر رولیت کرتے ہیں جب انکی بیانی جاتی

قدم المدینۃ وكان قد ذهب بھر جابو رہی تھی اور امراء فتنة میں کو ایک امیر مدینہ منورہ

فقیل لجابو لوتخیت عنہ فخرج یمشی میں آیا مجھے کہا گیا کہ اگر میں گھر میں بیٹھ رہوں

بین ابنیہ فکلب فقال نفس من اخات (نماز کی ادائیگی کیلئے مسجد نہ جاؤں) تو بہتر ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال بنو جابر ایک روز اپنے مکان سے نکلے اور آپ کے صاحبزادے

من اعلام فتبیرہ بقولہ کہا ہر اس کو معلوم ہوا کہ ہوا افضل موضع بمکہ
و قیل ہوا افضل موضع بمکہ بعد المسجد اقل کی نقطہ سواتن کا ذکر ناہج
بعد المسجد لبس فی محلہ نہیں ہے۔
اذ لہ یعلم بخلاف فی حکمہ

اس لیے کہ اس حکم میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے
اس عبارت سے صاف ظاہر ہو کہ مولد فاطمہ ایک متفق علیہ زیارت گاہ ہے اور سلف اور خلف
میں سے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہو کہ یہ مقام مکہ منظمہ میں سجد حرام کے سوا سب
افضل ہے یہاں تک کہ ملا علی قاری ماتن کے قول قیل پڑھتا صحت کرتے ہیں اور مجتہدین
”قیل“ سے اشارہ اختلاف اور ضعف کا ہو حالانکہ محققین نے تصریح کی ہو کہ ہر جگہ قیل تضعیف
اور تقلیل کے لیے نہیں ہے۔

مولد نبوی اسی کتاب میں ہے کہ مولد نبی کی زیارت مستحب ہے باوجودیکہ اس میں اختلاف
کہ وہ مقام جو بیہر کے نزدیک مولد النبی ہے وہی واقع میں مولد ہے لیکن استہاب زیارت
ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ قول مختاریں ہے کہ جہاں تبتہ ولد بنا ہوا تھا وہی مولد النبی ہے
اگرچہ بعض اختلاف کرین لکھتے ہیں۔

و مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم دھو مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ کی ایک مشہور گھاٹی
فی الشعب المعروف بمکہ علی خلا میں ہر جگہ سے مولد نہیں اختلاف ہو جیسا
فی صحیح مولد صلی اللہ علیہ کہ میں نے اسکو سورہ الرعد فی مولد نبی

صلی علی ما بینتہ فی مودد الر دمی فی مولد النبی میں بیان کیا ہے۔

مولد علیؑ۔ مولد علیؑ کی بھی زیارت مستحبات کوہر اور خلفاء عن سلف برابر ہوئی اسکی زیارت کرتے رہے اسکی بھی تصدیق ملا علی قاری نے کی ہے۔ اس مقام پر بھی ایک قصہ کی مجلس لائی ہوئی ہے اور وہ غالباً گھڑنے سے بھی رہ گئی ہے۔

دار ابی بکر الصدیقؑ۔ دار ابی بکر الصدیقؑ زقان حجرین ہوا سجدہ و پھر بن یک حجر شکم اور دوسرا حجر شکی، اسکی زیارت بھی مستحب ہے
دار ارقم اسکی بھی زیارت مستحب ہو، ہوا کہ یہ بھی مسجد تھی اور منہم کردی گئی ہوا سکے متعلق ملا علی قاری لکھتے ہیں :-

رد دار الارقمہ و مسجد عند الصفا و فیہ وار ارقم صفاک یاس ایک مسجد ہوا رہی
 اسلم عمر رضی اللہ عنہ و کمل الاربعین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام نے لا کر
 و حصل بہ عز الدین و نزل یا ایہا سہان ملائکہ علیس کی تعداد پوری کی بلکہ وجہ سے
 النبی حسبک اللہ و من اتبعک وین کو عزت حاصل ہوئی اور یہین آیت
 من المؤمنین یا ایہا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المؤمنین ہمارے ہوئے

غار جبل ثور جبل ثور کے جس غار میں حضرت علیؑ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر شہید ہوئے اور جہان آیہ ثانی اثنین اذہما فی النار نازل ہوئی اسکی بھی زیارت مستحب ہو کتاب مذکور میں ہے۔

و غار جبل ثور هو الذی فی القرآن ذکرہ (اور غار جبل ثور کی زیارت مستحب) اور وہ غار ہے جہاں حضرت

وہ سوال یہ ہے !

براہ کرم آپ بتائیں کہ قمبر اور دضلاطہ سرکار رسالت کا آپ کے نزدیک ہم اور گرا دینا
اہم ترین فرض اسلامی ہے۔ یا جائز ہے یا حرام یا مکروہ اگر حرام یا مکروہ ہے تو براہ کرم
دلیل حرمت یا کراہت بھی مذکور فرمائیے گا۔ اور اگر آپ جائز یا فرض سمجھتے ہیں تو جواب دینا
کافی ہے دلیل کی ضرورت انہیں ہے فقط

مکہ معظمہ کے مزارات اور مولد شرعیات اور فقہ اسلام کی روشنی میں حق و باطل کا فیصلہ

(از مولوی سید اعجاز علی صاحب صاحبزادہ اجیر شریف)

اس عرصہ میں اکثر اشہاب نے زبانی متعدد بار بلکہ قریب قریب ہر ٹاک میں ایک
نہ ایک خط کے ذریعہ سے ہمارے اکابر اور دیگر علماء کرام سے مزارات اور مولد کے قبوں
کے انہدام کے متعلق مذہبی فتویٰ طلب کیا ہے۔ قبوں پر عمارت کی تعمیر و قبوں کے بنانے
کے متعلق صحیح احادیث میں ممانعت کے احکام بیان کیے جا چکے ہیں۔ انکی تفصیل کے لیے ایک
مبسوط مضمون کی ضرورت ہے، بین سر دست یہ عرصہ من کرنا چاہتا ہوں کہ جن مقامات کو

مزارات اور موالہ کی حبشیت سے مقدس اور برگزیدہ اشخاص سے نسبت دہی جا رہی ہے۔
 انکے متعلق فقہاء بالعموم اور فقہائے خنفیہ بالخصوص کیا تحریر فرماتے ہیں اور غیۃ اور شہادۃ
 تعمیر واپ ہے پانچویں صدی میں ہوا اسکے قبل یا اسکے بعد یا پہلے نقتنہ وحابیہ کے وقع ہو
 کے بعد ہوا (اب پھر خدانے چاہا) اس نقتنہ کے بعد ہونے کے بعد ہوا اور بنائیکی کوئی غرض ہو
 چاہے نام و نمود ہو یا اخلاص، مطلب فضائے الہی ہو، مسلماً آئین کی نیت کے مکتوج سے
 قطع نظر کر کے اگر حسن ظن رکھتے ہوئے، یا بدظنی کر کے، بہر حال اس بار میں فقہاء کا
 قول معتبر ہے نہ کہ مورخوں کا۔

مولد فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ ہم پہلے مولد سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اردو کے
 فقہ حکم لکھتے ہیں یہی وہ مقام ہے جو حکومت سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جاتا ہے۔ بلا اعلیٰ قاریؒ
 اپنے منکب میں تحریر فرماتے ہیں۔

بستحب زیارۃ بیت سیدتنا خدیجہ سیدتنا خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دو شکرہ کی
 الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے زیارت زیارت زیارت زیارت زیارت زیارت زیارت زیارت زیارت زیارت
 ولدت فیہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سیدتنا خدیجہ ابوبکرین یہ مسکن ہر رسول اللہ
 عنہا کو ہو مسکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امین آپ شریف فرما ہر
 علیہ وسلم مقیمانیہ حق تھا کہ اسے گھر کے اپنے جوت فرمائی۔ مگر
 وہو افضل موضع مکتبہ بعالم المسجد۔ مقامات مکرمین مجرم کے بدستب زیارۃ فضیلت
 الحرام علی ما قالہ الطبرانی وغیرہ رکنا ہے جیسے کہ مشاہیر بن سوط برانی وغیرہ

اداحدہا یا ابت وکیت اذا نرسول الله آپکے راین بائین متحرکہ اس امیرنے یا کسی شخص نے
صلی اللہ علیہ وسلم وقد مات فتال آپکو دہکا دیا جا برنے کہا انسوس کس شخص نے
سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم خوف دلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے
یقول من اخاف اهل المدينة فقد اخاف دون صاحبزادوں نے یا ایک نے بوجھ کر رسول
ما بین جنی (ابن مابن دلاحد) صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا چکے ہیں انکو کس طرح
خوف دلایا جا چکا آپ نے فرمایا کہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی
علیہ وسلم نے جس شخص نے دیر نہ والا کو ڈرایا اُسے جکو ڈرایا۔

من اذى اهل المدينة اذا لا الله وعليه جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچا یا اللہ کو تکلیف پہنچا
امنت الله والملائكة والناس اجمعين لا اور پھر خدا و ملائکہ اور لوگوں کی امت پر اور اللہ اُسکے
يقبل منه صریح ولا عدل (فی الکلمہ لسانی) کسی شخص سے و قتل کو نہ قبول کرے گا۔

ابن زبیر مرفوعاً المدینۃ مہاجری بیضا ابن زبیر مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میری
مضجعی ومنھا اخر جی حق علی امتی حفظ ہجرت گاہ پر اور امین میری خواجگاہ پر اور اسی
جیرانی فیما من حفظ وصیتی کنت لہ میں نگہ نگا میری امت کیلئے ہر دسی پر کہ میری
شہید ایدو القیامہ من ضیعہا اور وہ جیران کی حفاظت مدینہ میں کر جو جس شخص میری
الله حوض الخبال قبل وما حوض الخبال وصیت پر عمل کیا قیامت کے دن میں ہکا گاہ
یا رسول الله قال حوض من مسل يدلمن ہون اور جو اس وصیت کو رانگان کر گیا اللہ قیامت
لنادر فی مدارک العیاض قال محمد بن کے دن اس شخص کو حوض خیال پر لایا گیا جس نے قیامت

مسجد حرج۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جنوں سے ملے اور انھوں نے آنحضرت سے قرآن سنا اور یہ بھی حتمال ہے کہ جہاں یہ مسجد بنی ہوئی تھی وہاں پر عبداللہ ابن مسعود کو لیلہ یحییٰ میں چھوڑ دیا تھا اور اُنکے گرد ایک خط کھینچ دیا تھا کہ اس جگہ بیٹھے رہیں یہاں سے باہر نہ نکلیں جیسا کہ طاعی قاری نے لکھا ہے کہ عین حیرت ہے کہ بعض لوگوں نے مسجد حرج کی بے اعتباری کی غرض سے دوا قلعہ جنوں کے لکھ کے یہ ثابت کر لیا ہے کہ جہنم مسجد حرج ہے وہ ان دونوں ولقات کی جگہ نہیں نہیں ہے۔ نخلہ اور مدینہ منورہ کے اندر جنوں کی ملاقات کو منع سمجھتے ہیں حالانکہ ملازم ابن تیمیہ سے اُسی بغدادی نے نقل کیا ہے کہ چھ مرتبہ جنوں کا قصہ پیش آیا ہے۔ دُومرتبہ کی نقی سہ چار مرتبہ اور یہی باقی رہتے ہیں یہاں قصہ جن پر گفتگو کرنا نہیں ہے اس مسجد کے کھدے پر انھیں ہے کہ جو موسوم مسجد حرج ہے اور جسکی زیارت فقہائے حنفیہ نے جائز سمجھی ہے۔ علاوہ ان زیارت گاہوں کے جن مساجد کا توڑا جانا مسموع ہوا ہے جیل بی قیسی کی مسجد اور مسجد تنیم اور مسجد کبش ہے یہ سب ایسی ہیں کہ خشکی زیارت مستحب ہے اور اور انکی اصلیت کتب علماء میں موجود ہے۔

قرآن گاہ منہل مسجد کبش ہے عوام کہتے ہیں کہ اس میں سورہ کوثر نازل ہوئی ممکن ہے کہ اُنکا قول غلط ہو لیکن فضائل میں روایت ضعیف مستبر ہے کسی جمعہ کی فضیلت جبکہ مشہور ہو گئی ہو اور خلفاء من سلف مروی ہو تو اُسکے انکار کی کوئی وجہ نہیں اور پھر سورہ کوثر کا مکرر نازل ہونا بھی محقق ہے۔

قبر حضرت آمنہ۔ کہا جاتا ہے کہ قبر حضرت آمنہ مقام ابواورین ہے اور حجاز کے

قیل و قبح بنا ہوا ہے وہ مقام ابواورین ہے حالانکہ مقام ابواورین میں اختلاف ہے جو لوگ اس قبر کو جو حضرت آمنہ کے نام سے ہونا تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک یہی قبر ہے

حضرت محمد سے علیہ السلام کی قبر شریف میں اختلاف ہے حدیث میں کوئی جگہ بتائی

نہی ہے اور نہ تو کسی جگہ ہے اور قبر اور قبر کین بنی ہوئی ہے حضرت عمر نے نہ وہ

قبر تھوڑی اور نہ اسکی عمارت۔ اسلئے کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہی مقام قبر ہے۔

مقبرہ بنو ہاشم۔ ایک حصہ جنت البقیع کا ہے جہاں حضرت عبدالمنان اور حضرت

عبدالطلب اور جناب ابوطالب کی قبریں ہیں اسجگہ کہا جاتا ہے کہ یہ سب کفار تھے اسلئے

انکی قبریں کھدوائی گئیں۔ اول تو کفار کی قبور کا کھودنا بھی بلا ضرورت ثابت نہیں ہے

دوسرے ان حضرات کا کفر متفق علیہ نہیں ہے عبدالمنان اور عبدالطلب کے

پارہ بنائے تھے۔ اہل عمامہ سیدی وغیرہ دیکھنا چاہیے اور ابوطالب کے ایمان کینیسے

اسنی المطالب نے ایمان ابی طالب ملاحظہ کرنا چاہیے۔

مزارات معلیٰ جنت معلیٰ کی زیارت بھی مستحب ہے اور یہاں صحابہ

تابعین۔ فون بین یسین ہم لوگوں کے نزدیک بالیقین کوئی قبر کسی صحابی یا صحابہ

کی سیون نہیں ہے اگرچہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے مزار کے بعض خوابوں اور

کشتوں سے تعیین کر لینی ہے لیکن بطرح اس بات کا احتمال ہے کہ قبر میں

فلان مخصوص شخص کی نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی قطعی نہیں ہے کہ وہاں وہ فلان نہیں ہے

ایسی صورت میں قبروں کا انہدام یا انہرجو قبے بنے ہوئے میں انکا انہدام امر شرعی نہیں ہے اس جگہ چند باتیں لکھ دینا ضروری ہیں اولاً علما کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں کی عزت مرد اور زندہ حالت میں برابر ہے۔ محقق علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر تحریر فرماتے ہیں۔

الاتفاق على حرمة مسلمة يار منفق عليه ہے کہ مرد مسلمان کی میتہ کحرمتہ حیاتاً۔ عزت زندہ کی ایسی ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے۔

كسر عظم الميت و اذا لا مردے کی ہڈیوں کو توڑنا اور اسکو ٹکلیں لگسہ حیاتاً پہنچانا مثل زندہ کی ہڈیوں کے توڑنے کے۔ اسکو امام احمد بن حنبل، ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور بعض روایتوں میں اس طرح ہے۔

المیت یوزیہ فی قبولہ ما یوزیہ فی بیتہ مرد کو وہی چیزیں تکلیف پہنچائی ہیں جو انکو حیات میں پہنچائی ہیں اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اذی المومن فی موتہ مومن کی مرنے کے بعد اذیت دینا ویسا ہی ہے کاذا فی حیاتہ۔ جیسا اسکی زندگی میں اسکو اذیت دینا۔

ایسے ہی آثار اور نعوص ہیں جنہے علما نے اتفاق کیا ہے کہ مردوں کو ان چیزوں سے اذیت ہوتی ہے جن چیزوں سے زندوں کو۔

دوسری بات یہ ہے کہ گنبد بنا نا ایسی جگہ جہاں قبر نہ ہو غالباً کسی کے نزدیک بھی نا جائز نہ ہوگا اور اگر قبر پر گنبد ہو تو وہاں یوں کے نزدیک کھودنا چاہیئے۔ ساتھ ہی اسکے یہ بھی معلوم ہو کہ جھوٹی قبر کی زیارت نا جائز ہے۔ احادیث سے ایسی زیارت کی حرمت ثابت ہوتی ہے جہاں قبر بغیر مقبور کے ہو تو اب ہر حکومت ہو کہ جہاں حضرت صدیق کی قبر تھی وہاں کا قبہ کیون کھودا گیا اور قبر کیون باقی رکھی گئی۔ ہر کو معلوم ہوا ہے کہ قبر پر تین تین صرف قبروں کو اتارا گیا ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قبور یقیناً مقبورین کرام کی ہیں تو انکی بھرتی ہوئی اور اگر وہ قبور بے اعتبار میں اور انہیں مقبورین کرام نہیں ہیں تو پھر انپر جو قبہ بنا ہوا تھا وہ چاہے کھودا جاتا یا نہ کھودا جاتا قبروں کو کھودنا لازم تھا۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک تو ایسے مقام پر نہ قبر کھودی جائیگی نہ قبہ کے اتارنے کی ضرورت ہو بلکہ عوام کو انکی غلطی سے مطلع کیا جائیگا اس واسطے کہ ممکن ہے کہ وہ قبر اسی مخصوص بزرگ کی ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی ہو اس میں ہٹیاں ہوں یا نہ ہوں سب حالتوں میں بخوف نبش قبور جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے وہ نا جائز ہے۔ خزائنہ الروایۃ میں ہے۔

واذا صار الیہ تو ابانی جب میت قبر میں مٹی ہو جسارے المقبور لکن لا دفن غیوہ فی تب بھی کسی دوسرے کا اُسکی قبر میں دفن کرنا قبر لا لان الحرمة باقیہ کردہ ہے کیونکہ حرمت باقی ہے

دلا۔ بجوز لا حد ان بین فوق القبو اور زمین جائز ہے کسی کے لیے کہ قبر دن پر
 بیتا اور مسجد اعلان موضع القبر مگر نبائے یا مسجد کیونکہ قبر کی جگہ مقبور کا
 حق المقبور و لهذا لا يجوز نلبس (انتہی) کا حق ہو اور اسی لیے اسکی قبر کا کھودنا درست
 (مختصر ا) نہیں (انتہی مختصر ا)

اس جگہ ضروری ہے کہ ہم ظاہر کر دیں کہ بعض فقہا مثل علامہ زیلعی کو لکھتے ہیں
 ولو بلی المیت و صار تراباً اگر میت ریزہ ریزہ ہو جاوے اور بالکل خاک بن جائے
 جاز دفن غیرہ فی قبرہ تو اسکی قبر میں دوسرے کا دفن کرنا اور اسپرستی کرنا
 و زرعہ و البناء علیہ اور گھر بنانا درست ہے۔

مگر علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کی رد کی ہو اور لکھا ہو
 و یخالف۔ ما فی التتارخانیۃ زیلعی کے قول کے مخالف تاتارخانیہ کا یہ
 اذا صار المیت تراباً فی قولہ کہ جب میت خاک ہو جاوے قبر میں مکرہ
 القبر یکمرہ دفن غیرہ فی قبرہ ہے کسی دوسرے کا اسکی قبر میں دفن کرنا کیونکہ
 لان الحرمۃ باقیۃ حرمت باقی ہے۔

ظاہر ہے یہ معلوم ہو جانا کہ میت کے سب اجزاء قبر میں مٹی ہو گئے ہیں بغیر کھوکھ
 نہیں ہو سکتا اور بغیر اس علم قطعی کے تبرکھودی نہیں جاسکتی اسی کے ساتھ یہ بھی
 ملحوظ ہے کہ میت کو اذیت دینا شرعاً ممنوع ہے لہذا کھودنے کی کوئی
 صورت منقول نہیں ہے۔

اس جگہ ایک فائدہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے جو وہ یہ کہ عام طور پر قبیہ وغیرہ بنانے کا
 عدم جو از بلکہ اندام پر ایک حدیث نقل کی جاتی ہے اور اس حدیث کے سوا کوئی حدیث
 یا آیت قرآن مانعین کے پاس نہیں ہے مگر وہ حدیث اُنکی روئے کے لیے کسی طرح کافی
 نہیں ہے نہ فقہ کا قول دیکر البناء علیہ اُنکے لیے مفید ہے اس واسطے کہ صاف
 ظاہر ہے کہ مراد بناء علی القبر سے عین قبر کے اوپر عمارت بنانا ہے نہ کہ اُس کے
 گرد اگر کوئی مکان بنانا اور وہ بھی متصل اس طور پر کہ حق مقبور اُس سے تلف ہو
 لہذا جو لوگ اس حدیث یا ایسی عبارات فقہیہ سے استدلال کرتے ہیں اُنکو
 سمجھ لینا چاہیے کہ یہ استدلال اقل درجہ احتمال کی وجہ سے باطل ہے افسوس ہے
 کہ ایسے ہی استدلال پر مقامات مقدسہ مساجد اور مقابر کا کھودنا جائز کیا
 جا رہا ہے بلکہ فرض اور واجب بتایا جاتا ہے اور قبوں کا بنانا حرام، کفر اور شرک
 کہا جاتا ہے اور عوام کے عقائد بگاڑے جاتے ہیں۔ دہایوں کی ایک طرف تو
 برادر کی جاتی ہے کہ اُنھوں نے قبروں کو نہیں توڑا اور دوسری طرف اُن قبروں کو
 لائل بتایا جاتا ہے جو اگر لائل ہیں تو کھودنے کے قابل ہیں اور پھر دہایوں
 کو پابند شریعت سمجھا جاتا ہے۔

ابن سود کے اس فعل کی تائید کی جاتی ہے کہ اُنھوں نے مساجد کو منہم کیا
 اچھیکر اسلام محبوبہ سنت حضرت فاروق کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی نصیحت
 کی جاتی ہے جنھوں نے بزعم خود شجرہ رضوان پر کھڑی چٹائی تھی اور اس پر غور

نہیں کیا جاتا ہے کہ شاداب، سرسبز اور سایہ دار درختوں کے کھودنے کی احادیث میں مخالفت ہے اور یہ بھی قصہ اسی طرح حضرت عمر کی طرف منسوب ہے جیسے کتب خانہ اسکندریہ کا جلانا مگر افسوس اس فعل عمری اور سنت فاروقی کی طرف تو یہ نہیں دلائی جاتی ہے جو مقابر انبیاء کے ساتھ تھی اور باوجود انکی اختلاف رائے کے وہ باوجود اسکے کہ وہ مساجد وہ مآثر سے تھے۔ انہدام نہیں کیے گئے بلکہ احوال کو دیکھنا چاہیے معلوم ہوگا کہ حضرت عمر نے اس مسجد میں نمایاں ٹھنڈے پر اعتراض کیا تھا چنانچہ حضرت نے کبھی غار پر بھی تھی اور اسکی وجہ سے صحابہ و تابعین وہاں نماز ادا کرتے تھے مگر وہ مسجد نہیں کھودی۔ ایسے ہی قابل غور ہے جو کہا جاتا ہے کہ امام شافعی نے امر سے انہدام قبور کا روایت کیا ہے حالانکہ قبور کے بار میں خود انکا مسلک ہے کہ اگر موقوفہ زمین میں قبہ ہو تو کھود جائے گا کیونکہ اُسکا بنانا حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔ اسبجگہ اتنا ہی لکھنا کافی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ کئی تحقیق کی جائیگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا سورتی کے مضمون پر ایک نظر

جناب مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی بھلی کے مضمون "مذربہ ہمدرد کے جوہر ابات پر دین

شائع ہوئے ہیں اس مضمون میں پوری تحقیق کے ساتھ اسکا جواب دیا گیا ہے اور غائبانہ کے بعد نشانیاں حتیٰ کہ یہ تحقیق حق ہو جاوے گی۔

اخبار ہمدرد میں قہر وغیور کی بحث پر مولانا فاروقی صاحب نے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جس کا جواب میں نے لکھا اور ہمدرد وہم میں شائع کر دیا گیا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ میری تردید کے لیے ایک مضمون کافی نہ ہوا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا تین مضامین شائع ہوئے اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ابھی اور مضامین بھی سپرد قلم کیے جائینگے مجھ کو افسوس ہو کہ جس متانت کی امید مجھے مضمون نگاران ہمدرد کو تھی وہ صحیح ثابت نہیں ہوئی اور طعن آمیز جلوں اور ذاتی حملوں کو بھی احتیاط کرنے میں صیغہ رکھا گیا۔ ناظرین میرے مضمون اور اُنکے جوابوں کو براہ کرم سامنے رکھ کر ایک مرتبہ پھر پڑھیں اور انصاف کریں کہ ایک فزغلی محلی کٹھن ملا اور ایک روشن دماغ تقلیدیت کے طرزِ تحریر میں کیا فرق ہو۔ مجھ کو افسوس ہو کہ میں ایسے الفاظ کا جواب دینے سے قاصر ہوں البتہ نفس مضمون کے ضروری اجزاء کا جواب محض اس لیے دینا چاہتا ہوں کہ شاید اصلاح ہو جاوے و ما ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

مجھے حیرت ہے کہ میرے جواب دینے والے دو صاحبزادے آپس میں سخت جھگڑائے ہوئے ہیں اسکو میں کس طرح رفع کر دوں مولوی عبدالماجد صاحب کے خیال میں میں نے کوئی ایجابی اور اثباتی دعویٰ نہیں کیا اور مولانا سورتی صاحب مجھ کو جہاز کا دعویٰ خیال فرماتے ہیں اور سب سے زائد یہ لطف ہو کہ اسی پر بس نہیں بلکہ درختار کی محفل عبارت کو میری بہت بُری دلیل خیال فرماتے ہیں۔ بہر حال اسکا فیصلہ تو ہم انھیں دونوں

پر چھوڑتے ہیں لیکن اپنے دونوں کرمفرمان سے اتنا ضرور گزارش کرتے ہیں کہ وہ میرے مضمون پر شے ہونے شاید اس امر کو ملحوظ نہ رکھ سکے کہ میرا مضمون مولانا فاروقی کے جواب میں تھا اور ابتدائی نہ تھا اس لیے میں نے اس کی تنقید پر اکتفا کی ہے اور نہ تو کسی اپنے دعوے کو مصرح کیا اور نہ اس کے دلائل لکھے ہیں۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ مولانا سورتی صاحب نے یہ فرض کر لیا ہے کہ میں نے خواجہ اذقبہ وغیرہ پر دو دلائل لکھے ہیں۔ پہلے درختار کی عبارت اور دوسرے شامی کی عبارت اور اسی پر مجھ کو باز ہے۔ مولانا میری عبارت کو پڑھیں اور انصاف فرمائیں کہ آیا میں نے یہ عبارتیں مولانا فاروقی پر الزام دینے کے لیے پیش کی ہیں یا انکو اپنے دلائل میں شمار کیا ہے۔ شاید میرے مضمون کا آخری حصہ مولانا کی نظر سے محروم رہا جس میں میں نے وہ عبارتیں تحریر کی ہیں جو مولانا فاروقی کے خلاف تھیں اگر مولانا سورتی ان عبارتوں کو میری جانب منسوب کر دعوے کی دلائل سمجھتے تو اسکی تو وجہ بھی ہو سکتی تھی مگر درختار کی عبارت کو میری دلیل قرار دینا سراسر زیادتی ہے اور نہ اس کے باطل کر دیے سے منسوب کردہ دعوے پر کوئی اثر پڑتا ہے۔ مولانا سورتی کا پورا مضمون صرف اسی امر کی تردید میں ہے کہ درختار اور اسکے حواشی کی عبارت میرے دعوے کی دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ بالفرض تھوڑی دیر کے لیے میں تسلیم کروں کہ یہ دونوں عبارتیں اس دعوے کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں جو مولانا سورتی میری جانب منسوب کرتے ہیں تو کیا اس سے مولانا فاروقی کا دعوہ

ثابت ہو جائیگا۔ میں واضح طور پر مولانا سورتی کو بتانا چاہتا ہوں کہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا فاروقی صاحب نے اپنے دعوے یعنی حرمت قبہ وغیرہ کے متعلق درختار کی عبارت پیش فرمائی تھی میں نے اُس پر اعتراض کیا کہ مولانا فاروقی کو چاہیے تھا کہ وہ پوری عبارت تحریر فرماتے اور جو جملہ کہ بظاہر اُن کے مخالف تھا اسکو نہ چھوڑتے یا فیتا تھا کہ اُسکی تردید بھی کر دیتے۔ اب مولانا فاروقی کی پیش کردہ عبارت کو مولانا سورتی نے بدست میری دلیل قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح مولانا فاروقی کے اوپر میں نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ وہ حاشیہ درختار کی عبارت بھی دیکھ لیتے تو اچھا تھا میں استہباب کو بیان کیا ہوں مولانا سورتی صاحب اسکو بھی میری دلیل قرار دیتے ہیں۔ میں اس طریقہ استدلال کو سمجھنے سے قاصر رہا۔ مولانا سورتی نے میرے طویل مضمون میں صرف یہی جگہ اپنے خیال میں مخدوش پائی اور اسکی تردید فرماتے ہوئے بقیہ کے واسطے دوسرے مضمون کا منتظر رکھا۔ اس ضمن میں مولانا نے یہ بھی کوشش فرمائی ہے کہ میرے اُن اعتراضات کے مقابل میں جنہیں یہ لکھا گیا کہ مولانا فاروقی سے نقل عبارت میں تسامع ہو گیا اور میں اسکو مولانا فاروقی کی دیانت پر حلقہ کیے بغیر محبت پر محمول کرتا ہوں (ہمدرد ۸ ستمبر) مولانا سورتی نے مجھ پر بھی نقل عبارت میں کئی جگہ تصرف کا الزام دیا ہے۔ مولانا سورتی تحریر فرماتے ہیں کہ

(۱) دلیل اول جو مولانا فرنگی محل نے پیش کی یہ ہے

و فی الاحکام عن الجامع الفتویٰ.....

قیل لایکر : البناء اذا كانت المیت

من الشاخی والعماء والسادات

میں نے یہ عبارت ان لفظوں میں درمختار کے حاشیہ میں بنیں پائی خدا جانے عبارت کے نقل کرینیں
خود مولانا سے سہو ہو گیا یا کوئی اور بات ہوئی اصلی عبارت یوں ہو۔

و فی الاحکام عن الجامع الفتاوی و

قیل لایکر : البناء اذا كان للیث من الخ۔

مجھ کو دو وزن عبارتوں میں تین حرفوں میں صرف فرق معلوم ہوا پہلے فتادی کی جگہ
فتویٰ لکھا ہے دوسرے قیل کے پہلے میں نے وا جو بڑ دیا ہے تیسرے میں نے کان کے
بعد بڑ محادی ہو یعنی مذکر کے بجائے مؤنث کا صیغہ لکھ دیا ہے میں مولانا سورتی ہی پر
اسکا انصاف چھوڑتا ہوں کہ بالفرض اگر یہ تینوں تصرف میں نے بالقصد بھی کیے ہیں
تس سے نفس بحث پر کیا اثر پڑا کیا جو عبارت مولانا سورتی نے لکھی ہے اس سے
میں پیش کردہ اعتراض دفع ہو گیا، کچھ کمزور ہو گیا، کچھ خلل پذیر ہو گیا۔ بظاہر تو
ایسا نہیں ہے تو پھر خدا کی واسطے مولانا سورتی فرمائیں کہ ان لفظی غلطیوں کی گرفت احقاق
حق کے واسطے کیا مفید نتیجہ پیدا کرتی ہے اسکے بعد مولانا مجھ سے یہ بھی نہیں کہ اس میں
سوائے داد کے رہ جانے کے (میں سے کوئی تغیر مدعی میں نہیں ہوتا ہے) واقعتاً
نقل میں کوئی غلطی بھی نہیں ہے ہمدرد میں مولانا دیکھیں مجھ کو تو کانت کی جگہ
کان ہی چھپا ہوا معلوم ہوا معلوم نہیں مولانا نے کانت میری کس عبارت میں

دیکھا ہے اور لفظ قنادی کا رسم الخط بصورت قنوی بھی ہے صرف اسپر کھڑا زیر بناؤنا کافی ہے اگر مولانا تکلیف فرما کر میرے مضمون کو ہمتبر کے ہم میں ملاحظہ فرماتے تو معلوم ہو جاتا کہ اُسین یہی عبارت مندرج ہے اور اُسین قنوی الف ہی کے ساتھ ہے مجھ اسید ہے کہ آئندہ اس قسم کی بحثوں سے مولانا سورتی اجتناب فرمادینگے جو کسی طرح شان اہل علم کے موافق نہیں ہے۔ دوسرا اعتراض مولانا نے اس عبارت پر یہ بھی کیا ہے کہ یہ قول جھول ہوا ایک بعد کی عبارت میں نے نقل نہیں کی۔ مولانا سورتی سے میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں مدعی نہیں ہوں مولانا فاروقی کی تردید کر رہا ہوں۔ مولانا فاروقی در مختار سے مطلقاً حرمت ثابت کرنا چاہتے ہیں میرے اسپر میں اعتراض ہیں۔ اولاً تو در مختار کی عبارت محض ہے دوسرے اس سے کراہت ثابت ہوتی ہے نہ کہ کراہت تیسری محشی نے تصریح کر دی ہے کہ بعض طور فقہین یعنی علماء و مشائخ کی قہول پر یہ کراہت باقی نہیں رہتی بلکہ استحب ہو جاتا ہے آپ ہی فرمائیے کہ آپ کی بیان کردہ قید سے میرے ان تین اعتراضوں میں سے کون اعتراض کمزور یا ساقط ہو گیا۔ ہاں اگر میں مطلقاً جو انکا دعویٰ کرتا اور اپنی دلیل میں عبارت پیش کرتا تو آپ اعتراض کر سکتے تھے کہ مدعی علم و دلیل خاص ہو۔ مگر مولانا فاروقی کے استدلال کی غلطی کو واضح کر کے لیے مولانا سورتی کی بیان کردہ قید سے اسی بھی اثر نہیں پڑتا اس وجہ سے میں اس پر شکور لکھنا ضروری نہیں سمجھا تھا ہم مولانا سورتی سے یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ نقل میں تیز اور گرفت اسی وقت قابل لحاظ ہے جبکہ جس کے کسی طرح کا معنی یا مجیب کو

صیغۃ قیل لیس کل ما دخلت کہ ہر وہ قول جس پر قیل داخل ہو ضعیف
علیہ یکون ضعیفک۔ نہیں ہوا کرتا۔

اسکے علاوہ خواب ہی کی پیش کردہ عبارت قیل لا باس بہ دھو المختار اس کی تردید
کر رہی ہے یہ قول باوجودیکہ مہجول ہے مگر مختار ہے مولانا ہین معاف فرما سیکے۔
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر سیکند۔ مولانا ہمارے اوپر تو قول مہجول کو استدلال کا
الزام لگاتے ہیں اور خود ایک ہی کالم کے بعد قول مہجول اذا اختلفوا فیہ تعیل النعماء
علی الاطلاق علی قول ابی حنیفہ سے ہمارے مقابل ایک مضبوط اصولی قاعدہ بنا کر
الزام دینا چاہتے ہیں معلوم نہیں کہ کاتب نے کس وجہ سے مولانا کی اس عبارت کے
ترجمہ میں قیل کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا ہے تاہم جو شخص اپنے استدلال میں قول مہجول کو
پیش کرتا ہے کم از کم اسکو توقع نہیں ہے کہ دوسروں پر اعتراض کرے۔

مولانا سورتی کا دوسرا اعتراض جسکو مولانا نے دوسری دلیل کی تردید سمجھ کر
اُسکے متعلق گزارش ہو کہ یہاں پر تین عبارتیں ہیں ایک صاحب تنویر الابصار کی،
دوسری درختار کی تیسری شامی کی اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ تنویر کی عبارت
دھو المختار پر ختم ہو جاتی ہے اور اسی پر میرا اعتراض ختم ہو جاتا ہے یعنی یہ عبارت
تنویر کی کم از کم محفل اس امر کو ہے کہ ضمیر بنا کہ کیا باب پھیری جائے بلکہ یہی قیاس
کی وجہ سے ظاہر ہے پس اس لیے جواز دل لکھنا اور حجت ثانی میں قیل لا باس بہ
دھو المختار کو حجت کر دینا خلاف انصاف ہے اگرچہ احتمال بطلان استدلال

علامہ شامی نے صاحب در مختار کے قول کافی کراہۃ السراجیہ پر اعتراض کیا ہے کہ اُسکا
 ماحض فیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی وجہ سے میں نے اپنے مضمون میں یہ
 لکھ دیا تھا کہ یہ دوسرا امر ہے کہ مولانا فاروقی اس عبارت کو لکھ کر اُسکی تردید
 کر دین بالجملہ عبارات محتملہ و مجملہ سے دلائل..... دینا صحیح طریقہ افتاء
 مدعی کا نہیں ہے۔ اسکے بعد حجتہ راورد عبارتیں مولانا نے لکھی ہیں اُنکا تعلق صرف یہی
 ہے کہ اُنسے کراہت بناء ثابت ہوتی ہے مگر فاروقی صاحب کہ مدعی حرمت کے ہیں اُنکے
 واسطے یہ عبارتیں مفید نہیں ہیں۔ تاہم اتمام فائدہ کے خیال سے مولانا سورتی
 سے اتنا گزارش ہے کہ اولاً تو قبہ کے متعلق جو روایت امام صاحب سے نقل کی گئی ہے
 اُسکا امام صاحب کا مذہب ہونا ضروری نہیں کتب فقہائین اسکی تصریح موجود ہے
 کہ عن کے ذریعہ سے جو روایت امام صاحب سے منقول ہو وہ خوا مخواہ امام صاحب کا
 مذہب نہیں ہوتا پس امام صاحب کی روایت ہونا اور چیز ہے اور اُنکا مذہب ہونا
 اور چیز ہے اور پھر جبکہ ابن رشد کی عبارت سے خود مولوی عبدالمجید
 صاحب نے امام صاحب کا مذہب جو از نقل کیا ہے تو ہم اُس
 روایت کیسے ہند لاکر سکتے ہیں بناء علی القبور کی تفسیر خود فقہار نے سلف سے کی ہے اور
 سلف ثابت صغیر کو کہتے ہیں۔ فقہار کی اس تفسیر کے بعد کسی کو نجائش نہیں ہے کہ
 اس سے قبہ کی حرمت ثابت کرے۔ ہم ہر دست اپنے ان بیانیوں کے متعلق چند
 عبارتوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

الفرق بین عندہ و عند ان الاول ال عندہ اور عند کہ میان یمنی و کہ اول مذہب ہونے
 علی للذہب و الثانی علی المر و ایۃ فلاذہ پر دلالت کرتا ہے اور ثانی نداری ہوئی و موجب
 قالوا جبۃ عندہ ابی حنیفۃ دل ذالک کہتے ہیں کہ وہ ابی حنیفہ کی یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے
 علی اند مذہبہ و اذا قالوا عندہ کذا دل کہ یہ ان کا مذہب ہو اور جب وہ عندہ کہتے ہیں تو یہاں
 ذالک علی اندروایت عنہ (عمۃ الرعایۃ) اس پر دلالت کرتا ہے کہ اسکی تسلیک دعوت پر عمدہ اور اولی
 ولایہ فم علیہ البناء قالوا وادبہ اور قبر پر بناؤں گا مٹی جلتے فقہائے اہل بیت کہ
 السقط الذی فی دیارنا علی القبور مراہس و مسطحات کی جو ہمارے دیار میں تھیں وہ
 ولا یجعل السقط علی القبور (بخاری) قبور پر سقط کی ممانعت ہوئی (خزانة الفتاوی)
 کہ ابو حنیفۃ البناء علی القبر امام ابو حنیفہ کو وہ سمجھتے ہیں کہ قبور پر بناؤں گا اور کہ
 وان یعلم بعلامۃ قالوا المراد بالبناء کوئی علامت نہ کہ مٹی بنائی جائے فقہائے یمن
 السقط الذی علی القبر فی دیارنا کہ بنا رہے امام صاحب سقط کو مراد لیا ہے جس کا
 رمفیل المستفیلین عن المحيط) راجع ہمارے دیار میں پایا جاتا ہے و رمفیل المستفیلین عن المحيط
 و تستعار للتأبوت الصغیر چھوٹے تابوت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

و المغرب فی تفسیر لفظ السقط (المغرب فی تفسیر لفظ السقط)

مولانا سورتی نے ہمارے طویل مضمون پر صرف یہی اعتراض کیے ہیں اور کوئی
 کوشش مولانا ناروتی پر سے اعتراضات دفع کرنے کی نہیں کی۔ اعتراض ہمارے
 انہی کہنے گئے ہیں ہمارے خیال میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور اگر وہ اعتراضات
 بغرض محال ثابت بھی ہو جائیں تو ان سے حرمت قبور وغیرہ ثابت نہیں ہو جاتی۔

ملاحظہ فرمائیے کہ مولانا سورتی نے ہمارے طویل مضمون پر صرف یہی اعتراض کیا ہے اور کوئی کوشش نہیں کی کہ ہمارے اعتراضات کو دفع کرنے کی کوشش کرے۔

مہلانا فاروقی کو اپنے بیان کردہ امور کی حرمت ثابت کرنا اور ان کے برابر دیکھنا اہم ترین فرض ثابت کرنا چاہیے اور وہ اب تک کسی طرح ثابت نہیں ہو سکے۔

ہدایۃ المضلین فی مکائد النجین

(از جناب مولانا محمد عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ قبلہ فرنگی محل)

جاننا چاہیے کہ وہابیہ کے عقائد و اقوال عقائد اہل السنۃ والجماعہ سے بالکل مخالف ہیں وہ لوگ علماء و فقیہین کی کئی کئی تفسیریں کو اور انکی مال کی تفسیر کو حلال جانتے ہیں اور قسم اور عہد کو توڑنا انکے نزدیک حلال ہے چنانچہ زمانہ گذشتہ میں جب انھوں نے طائف پر قبضہ پایا تو انھوں نے قسم کھائی تھی کہ مسلمانوں پر تلوار نہیں اٹھائیں گے اور انکو لکڑیوں اور پتھروں سے مارینگے حالانکہ اسی زمانہ میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو قتل کیا جسکی تفصیل سارے کشت الاہاب عن القتیعی عبدالوہاب میں موجود ہے و قد اخبرنی بن علی قولہ للتعلیل ان بعدہ من قتل علی ابیہی ھو کولہ للسرقتین یزید علی مائۃ الف قتیل و قتلہم اھل طائف۔ ہم جو غیر بعد المباحلۃ والحلف بانھم لا یضیعون فیہم لیسف بالعمی والاحجار اور وہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور جملہ انکو انکے عقائد پر ہٹاتے ہیں اور متقدمین اولیا اور صلحا کی توہین کرتے ہیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے منہ میں لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور امر بالمعروف کا پورا فریب دیتے کرتے ہیں انکی اسلام اور کلمات اہل شریعت کی یہ کہ نہایت لذیذ و شیرین اور خوشبودار تر ہے مگر اس میں چند قطروں کا پیشاب ہے چنانچہ ان پر جہنم کا اجر دیا گیا اور جہنم کا عذاب

امر بالمعروف کرتے ہیں مگر فسادیت کو خالی نہیں ہر جیسا کہ اس شریعت سے ہر مسلمان
 پر یہی حکم آیا ہے ویسا ہی ان کے امر بالمعروف سے پرہیز ضروری ہے۔ اگر وہ اپنے ظاہر میں
 مقدس دھپا کیونکر معلوم ہوتے ہیں مگر باطن ان کا تو تاریکی ہے ان کے اعمال اگر ظاہر میں
 معلوم ہوتے ہیں مگر باطن میں نفاق بھل ہوا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ وہ اس کو کہہ دیا
 انکی ماں پر سے لگی ہوئی..... ہیں اگرچہ کیسی ہی گنجان کیوں نہ ہوں اگر ان کو چوتھ
 حصہ بھی ایمان سے ملتا تو وہ ایسے اعتقادات کو چھوڑ دیتے۔ اور قبول دیا واللہ پر بھل
 براؤ کو اچھا جانتے ہیں اور مولد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرتے ہیں اور مسلمانوں
 کو زیر می کو بہتر جانتے ہیں وہی انگوٹھ علی قبو الارلیاء بل غنا، مولد النبی والہوا
 اللہ ملو اور مسلمانوں کے مالوں کو مال غنیمت شمار کرتے ہیں اور مشرک کے لفظ و مسلمان
 کو مخاطب کرتے ہیں اور شفاعت کی اہانت کرتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی واسطے ثابت ہے
 ویسبہ اموال السملین واستقلالها والخطاب بنا مشرک لعم ولا ذاء بالشفاء
 الثابتہ للانبیاء اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ان کا عین ایمان ہوا اور آپ کو اپنی کلمہ
 سے بدتر جانتے ہیں وہ لوگ علی الاعلان مجبورین پر علی رؤس الاشہاد کہتے ہیں کہ یہ
 لکڑی بھاری محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نافع تر ہے اس واسطے کہ ہم اس لکڑی پر تکیہ کریں
 ہیں اور بکریوں کو اس سے چلاتے ہیں اور خوف کے وقت ہم اس لکڑی کو استعمال کرتے ہیں
 اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد ازیکے کچھ نفع نہیں پہونچا سکتے باننوذ باللہ من ذلک
 قولہم علی النابر وعند الجماعات و رؤس الاشہاد بالانحلال لیس اناس ان حصلنا
 ما نھنہم انفع لنا من محمد ہذا زمان لانہ انما علیہم اشد منس لہا علی الغنم ونسقلہا و

اہل ہوال و محمد لا یعنی منہا شیئاً بعد الالہ تعالیٰ انتہی کیا ایسے لوگوں پر اسلام کا اطلاق
 ہو سکتا ہے یہ لوگ اسلام سے خارج فرعون و ہامان سے بدتر تھے جاسکتے ہیں جب چہ ضرور
 صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی وقعت اُن کے نزدیک نہیں ہے تو قبور کی کیا وقعت
 ہو سکتی ہو چنانچہ بارہا انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبور بول
 و براز کیا ہے جیسا کہ مروی ہے وقد اخبرنی رجل من طائف متعہد قبور ابن عباس
 رضی اللہ عنہما ان ہو کافر یخزن عنہما علی قبرہ باللیالی وانا احمل الخمر وادمیہ
 و تحقّق ہذا بالتوالی اور اولیاء اللہ اور انبیاء کو صیغہ ناس سے توسل کر لیکر ناجائز کئے
 ہیں اور کہتے ہیں کہ اولیاء اور انبیاء مر گئے ہیں اور سُنتے اور دیکھنے کی قوتیں اُن سے لیلی
 گئی ہیں پس اُن سے توسل اور ندا ایسا ہی جیسا پتھر دسے ندا کرنا اور توسل کرنا ہو حالانکہ
 نفوس اولیاء اور انبیاء قید سے بعد مرنے کے چھوٹ گئے ہیں اُنکی قوت زند و متحرک زائد ہو
 نفوس اولیاء کے بعد مفارقت ابدان کے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں اور دیاروں اور
 پہاڑوں میں ہے اُنکے نفوس کے نزدیک یکساں ہو اُنکی بعد مرنے کے بسیط ہوتی
 ہے اولیاء اس پر کیا منحصر ہے بلکہ عامہ مومنین اور کفار اور یہود اور نصاریٰ بھی بعد مرنے
 کے سُنتے ہیں اور قوت اُنکی باقی رہتی ہو چنانچہ جنگ بدر میں ابو جہل وغیرہ مقتول ہوئے
 اور نعشیں اُنکی کھڑی رہیں ڈال دی گئیں تو حضور علیہ السلام اُنکے پاس تشریف لے گئے
 اور فرمایا یا فلان قد وجدت ما وعدنی ربی حقا فصل وجدتم ما وعد ربکم حقا
 فقیل یا رسول اللہ اتنا دیعیم و ہم اموات فقال علی اللہ علیہ وسلم واللہ نفسی
 بیدہ انعم لا مع معنا الکلام منکم لا انعم لا یقدرون علی الجواب پس یعنی

صاحبِ جوہر کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اگر تین ماٹو کو نکال دیا کہ وہ مردہ ہیں اور مردہ خطا کا سزاوار نہیں ہیں
 پس مایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم پر اٹھ گئی کہ جو قصہ تین میری جان پر وہ لوگ تین لیکن جو
 دیگر قادر نہیں ہوں میں جب یہ حال کفار نابکار کا ہو کہ جو کسی سنت سے ہیں کفر مان کیونکر ہو چکا ہو نہ کہ وہ منہ سے
 مردہ حضرات کو تین ہی ہونے کے لئے پورا بل عیال کو پہنچا تو تین دینے والے اور کفر پیمانہ والوں
 کو مرنے پر چاہیے لوگو کو اور دفن کرنا لوگو کو اور جنازہ کے ہمراہ ہو تو کسی چاہیے حضرت علیؓ بنا
 سے مروی ہے کہ قال ما من میت بیوت لا یعلم ما یلک فی اہلہ بعد ما انعم فیہ لہ ویکفونہ وانیضل
 الیہم اور حضرت مالک بن انس مروی کہ یطعن ان اربع المومنین مرسلۃ مرسلۃ مذهب غیر شیعہ
 اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مروی کہ انما مثل المؤمنین من یخرج نفسہ لرد وحاشی جہنم
 کان فی سجن فخرج عنہ فہم یفزع فی الارض ویتقلب فیہا یعنی نہیں ہر مثال مومن کی جبروت کہ
 روح اسکی ماہر آتی ہر مثال اس مروی کہ قیدین ہوا اور اس کو نکالا جائے پس وہ زمین میں
 پھرتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ کہا انھوں نے اذا امر الرجل بقبل الرجل یفزع
 فسلم علیہ ودع الیہ السلام عرفہ واذا امر بقبر لا یرفہ مسلم علیہ ودالسلام اور حید بن مسیب
 مروی کہ انھوں نے مسلمان کو روایت کیا کہ انھوں نے ان بدو ام المومنین فی برف خمن
 الارض تذبذب حیث شادت یعنی بہ تحقیق مومنین کی روحیں برف خمن زمین سے
 جہان چاہتی ہیں جاتی ہیں اما سر رکون ہو وہ مطلع ہیں اس واسطی کہ انھوں نے جلت کی ہڑنلی
 عالم شادت کو طرف کشائی عالم شیعہ کہ وہ عالم وسیع ہے۔ ہو ان جمعا پر انھوں سے ہوتا ہو کہ جو
 خود ہیکل فعل کے مرتکب ہیں اور دوسروں کو ممانعت کرتے ہیں اور مشرک بتاتے ہیں۔ خود ہا یہ
 روزانہ کے متوجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کر کے ہیں اور یہ کہ ان کے الہیات بن کہتے ہیں۔

(اسلامی احادیث کے مجموعہ)

